

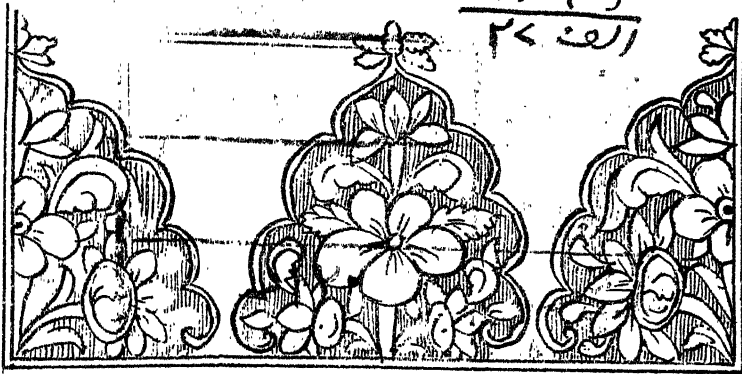
الحمد لله الذي جعلنا من طلبة العلم

البركة والمهنة في زمان باتت فيه خالي كالمكان

دليل الحسنة
على
طريقة اتصال

يكي از تصنيفات عالی درجاء علامی فهامی جناب مولوی شیخ احمد صاحب
دست برکاتہ خلف الصدق عالیہ مولانا محمد فوجیہ الدین صاحب
مرحوم عثمانی دیوبندی۔ بمقام کنز المجلد فرستادہ و زیر گنج

طبع اثنا عشر کاتبه علیہ علیہ علیہ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله وجيبه محمد وآله اجمعين الى يوم الدين
اما بعد خا کسار فرمے مقدار شیخ احمد ابن جناب سولانا مولوی محمد وجیبہ الدین مرحوم دیوبندی
وارد جے پور گزارش کرتا ہے کہ بعد مطبوع اور شایع ہونے رسالہ انوار الہدٰی بعض اجاباً مؤسّسین
علمی تحریرات سے معلوم ہوا کہ بعض مقامات میں باہم حضرات اہلسنت و الجماعت و حضرات شیعہ امامیہ
تکریب و ارکان نماز میں بحث و پریش ہے اور خصوصاً ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کے بابت زیادہ گفتگو
ہے اور طر ف یہ ہے کہ حضرات اہلسنت صرف شیعوں پر ہی معترض ہوتے ہیں کہ یہ ہاتھ کھول کر کیوں
نماز پڑھتے ہیں اور اپنے گروہ پر اعتراض نہیں کرتے کہ پیروان امام مالک کیوں ہاتھ کھول کر نماز
پڑھتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ حضرات اہلسنت کو ہاتھ کھولنے باندھنے سے تعصب نہیں ہے بلکہ
فقط شیعیان اہلبیت پیغمبر سے کاوش ہے جیسا کہ مسئلہ متعۃ النساء میں شیعوں پر ہی معترض
ہوتے ہیں اور مالکوں سے نہیں بولتے۔ ایسے ہی رفع یدین اور قنوت وغیرہ کی کیفیت ہے کہ سوا
ایک سو اہلسنت و الجماعت کے کہ جو مقلد امام ابو حنیفہ کے تقریباً جملہ ہر فرقہ رفع یدین کرتے ہیں

اور قنوت کو نماز فرضیہ میں جائز سمجھتے ہیں۔ چونکہ اس بارے میں اکثر عدم واقفیت کی وجہ سے تو
 بہ نزاع پونہ پختی ہے اگر حضرات اہلسنت بوجہ عدم واقفیت حالات اپنے ائمہ اور اکابر کے نماز میں ہاتھ
 اٹھولنے کو فقط شیعوں کا ہی عمل قرار دیکر معترض ہوئے ہیں اگر ان کو معلوم ہو جاوے کہ ہم میں سے
 بھی ایک بڑا گروہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتا ہے اور شیعوں کی طرح رفع یدین اور قنوت کو جائز رکھتے
 ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور تابعین کا یہی عمل درآمد تھا تو ضرور ہے کہ پھر وہ کبھی شیعہ نہیں
 اعتراض نہ کریں ایسا ہی بعض حضرات شیعہ بوجہ معلوم نہ ہونے حقیقت حال کے جواب دینے سے
 قاصر ہو جاتے ہیں۔ چونکہ اس وقت تک کوئی رسالہ جو ایسے معاملات میں مخصوص ہو میری نظر سے
 نہیں گذرا اور اکثر اصحاب مومنین کو بھی یہی شکایت ہے اسلئے حقیر نے مناسب سمجھا کہ ایک
 رسالہ مختصر ایسا ترتیب دیا جاوے کہ جس میں نماز اور اسکے ارکان کے متعلق جن جن امور میں باہم
 شیعہ و سنی میں اختلاف ہے کتب صحاح اہلسنت و الجماعت سے بحث کی جاوے اور سب کو کھلا دیا جاوے
 کہ نماز کے جمیع قواعد اور ارکان میں شیعہ پوری متابعت سنت نبوی کرتے ہیں ہر رکن اور قاعدہ
 شیعوں کی نماز کا احادیث مندرجہ صحاح اہلسنت سے ثابت اور متحقق ہوتا ہے اور اہلسنت کا سارا طریقہ
 نماز خلاف سنت نبوی پایا جاتا ہے۔ اور چونکہ باہم شیعہ و سنی متعدد مسائل متعلقہ نماز میں اختلاف
 ہے اسلئے ہر مسئلہ مختلف فیہ کو ایک فصل جدا گانہ میں تحریر کیا ہے اور نام اس رسالہ کا دلیل ^{مستند}
 علی طریقۃ الصلوٰۃ رکھا گیا ہے اور فہرست اسکی مندرجہ مضامین کی یہ ہے کہ یہ رسالہ
 مشتمل ہے بارہ ارکان پر اور ہر رکن میں ایک ایک مسئلہ اختلافی کا بیان لکھا گیا ہے تفصیل سے
 رکن اول طریقہ وضو اور اس اختلاف کے بیان میں جو باہم شیعہ و سنی میں ہے رکن

دوم مسئلہ جمع بین الصلوٰتین کے بیان میں رکن سوم قیام فی الصلوٰۃ کے بیان میں یعنی نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا چاہیے یا ہاتھ کھول کر رکن چہارم بعد تکبیر تحریمہ قرأت کے بیان میں کہ آیا الحمد پڑھنی چاہیے یا بطریقہ اہلسنت سبحانک اللہم الخ پڑھنی جاوے رکن پنجم تکبیر پر رفع یدین کے بیان میں رکن ششم قنوت کے بیان میں جو نماز فرضیہ میں پڑھا جاوے رکن ہفتم تسبیح رکوع و سجود کے بیان میں رکن ہشتم مکث بین السجدتین کے بیان میں رکن نہم جلسہ یعنی قعدہ بعد سجدتین رکعت اول و ثانیہ میں رکن دہم اس بیان میں کہ دو رکعات آخری نماز ستہ گانہ و چہار گانہ میں مختار ہے کہ فقط الحمد پڑھے یا تسبیح پڑھے رکن یازدہم تشهد کے بیان میں رکن دوازدہم سلام اور تکبیر آخری کے بیان میں۔ اور یہ بھی واضح ہو کہ ہم نے اس سالہ میں جس قدر احادیث درج کی ہیں وہ سبکی صحیح بخاری کی احادیث ہیں تاکہ کسی کو موقع اعتراض کا نہ ملے۔ اگرچہ صحیح مسلم اور نسائی ترمذی وغیرہ خمسہ باقیہ بھی اہلسنت کے نزدیک اصح الکتب ہیں لیکن صحیح بخاری کا صحت میں اونکے نزدیک سب سے اعلیٰ درجہ ہے اور اسکی نسبت

اصح الکتب بعد القرآن بقولہ عام

رکن اول طریقہ وضو اور اس اختلاف کے بیان میں جو باہم شیعہ سنی میں واقع ہے واضح ہو کہ جن اعضاء کا وضو میں دھونا واجب ہے یا خیر فقط مسح کرنا کافی ہے اونکی صاف نشیج قرآن مجید میں درج ہے۔ لیکن نہایت تعجب کا مقام ہے کہ اس بارہ میں بھی باہم شیعہ و سنی کے اختلاف ہے فقہاء اہلسنت وضو میں تین عضو کا دھونا اور ایک عضو کا مسح

کرنا فرض کتے ہیں۔ وہ اعضاء جنکا غسل فرض کتے ہیں۔ منہ۔ دونو ہاتھ۔ دونو پیر
 ہیں۔ اور وہ عضو جسکا مسح کافی ہے۔ سحر ہے شیعہ کتے ہیں کہ دو عضو یعنی منہ اور ہاتھ
 و حونا اور دو عضو یعنی سر اور پیروں کا مسح کرنا فرض ہے۔ اب ہکو تحقیق کرنا اس امر کا ضرور ہوا
 کہ ان دونو فرقوں میں سے حق پر کون ہے۔ وہ آیت قرآنی جسکی رو سے وضو فرض ہوئے
 اور جسمین تشریح اعضاء واجب الغسل اور واجب المسح کے ہوئی ہے یہ ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا**
إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ
وَآَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ اور اسکے صاف اور سیدھے معنی یہ ہیں۔ اے مسلمانو جب وقت تم نماز کو
 اٹھو پس صوڈالو اپنے مونہوں کو اور اپنے دونو ہاتھوں کو مرفق یعنی کہنیوں تک و مسح کرنا
 سروں کا اور پیروں کا گٹھون یعنی ٹخنوں تک اسکے لفظی اور سیدھے معنوں سے صاف طور پر
 تائید قول شیعہ کی ہوتی ہے۔ اور اہلسنت اپنے مدعا برامی کے لئے اسکے معنی میں جیسا
 اور اپنی پیچ لگا کر کتے ہیں کہ حفص نے ارجلکم کے لام کو مفتوح پڑھا ہے اور لام کا فتح دلیل
 عطف بعید کے ہے یعنی بوجہ فتح لام کے دونو پیر منہ کے معطوف بعید ہو گئے جسکے یہ معنی ہوئے
 کہ بعد ختم ہو جانے تشریح اعضاء واجب الغسل اور نیز بعد شروع او ختم ہو جانے دوسرے حملہ کے
 جسمین تفصیل اعضاء واجب المسح کی ہے پیر و صوڈالو گٹھون تک۔ لیکن اسکی کوئی وجہ بیان
 نہیں کرتے کہ اس آیت کے معنی پیدا کرنے میں ہر قدر وقت کیوں کیا وے اور صریح اور صاف
 معنی کیونکہ لیے جاوین جو عموماً قرآن شریف کے معنی لگانے کا دستور ہے۔ لہذا ہکو اس سیدار
 طریقہ حصول معنی پر پسند و وجہ اعتراض ہے۔ اول یہ کہ قرآن مجید واسطے ہدایت کے نازل ہوا

نہ کہ لہرہ لڑنیکو اسی لئے حکم ہے کہ قرآن کی آیات کے وہی معنی لگائے جاوین جو صریح الفاظ سے
 پیدہ ہوں معنی لگانے میں توجیہات لایعنی کی حاجت ہے پس اگر خداوند کریم کا منشاء غسل طہین
 ہوتا تو ضرورت تھا کہ اعضاء واجب الغسل کے تحت میں مونہ اور ہاتھوں کے بعد ارجلکم بیان کیا
 جاتا اس میں نہ فصاحت کلام بگڑتے تھے نہ سیاق اور نظم عبارت و حکم میں فرق آتا تھا بلکہ بہت صفا
 جملہ ہو جاتا کہ اول تمام اعضاء واجب الغسل کا بیان ہو جاتا اور بعد اسکے سر کے مسح کا ذکر آ جاتا جس میں
 کسیکو موقع اعتراض کا ملتا اسکے کیا معنی کہ اول و عضو کا دھونا بیان کیا جاوے اور پھر ایک سر کا
 مسح کرنا فرمایا جاوے اور پھر لوٹ کر جیسے کوئی بھولی ہوئی بات کو یاد کرتا ہے پیروں کے دھونے کا
 حکم دیا جاوے جیسے کوئی کہے کہ مونہ اور ہاتھوں کو دھوؤ اور سر پر مسح کرو اور بھائی میں بھجوا
 تھا پیروں کو بھی دھوؤ واللہ سبحان اللہ کیا سیاق عبارت اور فصاحت کلام اسیکو کہتے ہیں -
 یہ سب نزدیک ایسے بے ربط کلام کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا سخت گناہ ہے۔ جو شخص انصاف
 پسند طبیعت رکھتا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ المہنت کے اسطرح معنی لگانے سے آیت کا سیاق
 اور حکم کا انتظام بالکل بگڑ گیا جس تصریح کو ناظم قرآن نے بقید غسل و مسح مرعی کیا تھا
 وہ آپس میں ایسے غلط و ملط ہو گئے کہ بے ربطی اور بد نظمی کا الزام اس آیت پر عائد ہو گیا
 اور چونکہ قرآن پاک اس الزام سے بالاجماع بری ہے اسلئے ضرور ہو کہ غلط معنی لگانے والوں کو
 ملزم قرار دیا جاوے۔ دوم یہ امر دیانت اور حزم و احتیاط سے نہایت درجہ بعید ہے کہ فقط ایک
 حفص کے قرات کے اعتبار پر ارجلکم کے لام مفتوح قرار دیکر جو حکم کا عطف سمجھا جاوے
 اور بے سیاقی اور بد نظمی کلام پر نظر نہ کیا جاوے جس سے دو جدا جدا جملے مخلوط ہو کر بے ربط ہو جاوین

اس آیت میں گویا دو جدا گانہ مدت ہیں ایک غسل کی مد اور دوسری مسح کی مد اگرچہ جگہ غسل اعضا
 کے مد میں قبل شروع ہو جانے مثلاً ثانی مسح کے بیان ہوتا خواہ وجوہ کم سے کتنے ہی فاصلے پر ہوتا
 ہو اور عطف بعید وجوہ کم کا مان لیا جانا لیکن جبکہ دوسری مسح اعضا کی شروع ہو گئی ہو
 بعد جس عضو کا بیان ہو گا وہ مسح کی مد میں شامل سمجھا جاوے گا مثلاً اگر کوئی شخص بیان کرے
 کہ آدمیوں میں نیک ہیں زید اور حامد اور بد ہیں عمر و بکر۔ تو عام لوگ یہ ہی سمجھیں گے کہ دونیک
 مرد ہیں اور بد ہیں یہ کسی طرح نہیں کہہ سکتے کہ بکر کسی قاعدہ سے زید کا عطف بعید ہے
 اور اسلئے وہ شامل نیکمردوں کے ہے۔ سو ہم یہ امر مسلمہ عام ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے کبھی
 مخالفت حکم الہی کے نہیں کی اور احادیث صحیحہ مرویہ اہلسنت سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم
 نے ہمیشہ موزون پر مسح کیا ہے پس اگر پیروں کا دھونا فرض ہوتا تو رسول خدا صلعم کبھی غسل
 قدم ترک کر کے مسح علی الجفن نہ کرتے اگرچہ سردی وغیرہ کا کیسا ہی عذر ہوتا تب بھی ایسی مخالفت
 نہ کرتے کیونکہ اسکی بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ نے کبھی کسی اور عضو واجب الغسل کے عوض و سپردا
 پوشش پر مسح نہیں کیا ورنہ ممکن تھا کہ سردی میں ہر دو ساعدھونیکے عوض آستین پر مسح
 کر لیتے اسکی کیا وجہ ہے کہ فقط پیروں کے ہی غسل کو ترک کر کے موزون پر مسح کیا اور کبھی کسی
 اور عضو کے غسل کو ترک کیا اگر اس پر فرا توجہ اور انصاف کے ساتھ غور کریں اور سخن پرور
 اور تعصب کو دور کریں تو اسی عمل رسول خدا صلعم سے ثابت ہوتا ہے کہ حکم قرآنی پیروں کے
 مسح کا ہے دھونیکا حکم نہیں ہے ورنہ جناب سرور کائنات کبھی عادتاً فرض کو ترک نہ کرتے۔
 چہاں یہ کہ خود خداوند تعالیٰ نے اسکی ملحقہ آیت سے اسکے معنی صاف کر دیے کہ اوسمیں کچھ کمی

گنجائش لب کشائی کی باقی نہیں رہی یعنی آیت حکم تیمم سے یہ امر صاف ہو گیا کہ وضو میں کون کون اعضا واجب الغسل ہیں اور کون کون اعضا واجب المسح ہیں تیمم کے حکم میں یہ اصول قائم کیا گیا ہے کہ جن اعضا کا دھونا وضو میں فرض کیا گیا ہے تیمم میں فقط انہیں اعضا کا مسح کرنا قائم کیا گیا ہے اور جن اعضا کا مسح وضو میں فرض کیا گیا ہے انکو تیمم میں قطعاً ترک کر دیا ہے اسلئے خداوند تعالیٰ کے اصلی منشاء کے دریافت ہو جانے میں اب کوئی وقت باقی نہ رہی۔ آیت تیمم کو پڑھ کر اوسکے معنی سمجھو کہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ یعنی قصد کرو خاک پاک کا پھر مسح کرو اور اپنے مونہوں اور ہاتھوں کا جبکہ فقط مونہ اور ہاتھ پر مسح کرنا تیمم میں فرض ہے اور سر پر نہ کرنا۔ ترک کر دیا ہے تو صاف ثابت ہو گیا کہ اعضا واجب الغسل کا مسح تجویز کیا گیا اور اعضا واجب المسح کو اس اعتبار سے ترک کر دیا کہ غسل کا قائم مقام تو مسح ہے مسح کا قائم مقام مسح کیا ہوگا انہیں توجیہات بکمال ان افضول لائل کا پیش کرنا بیشک مستلزم اس امر کا ہے کہ اگر خداوند تعالیٰ بھی اگر سمجھا جاوے تو نہ سمجھیں۔

رکن دوم جمع بین الصلواتین کے بیان میں یعنی دو نمازوں میں اتحاد الوقت کو ملا کر پڑھنا جیسے ظہر اور عصر کو ایک ساتھ اور مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ پڑھنا اسمین بھی باہم شیعہ و اہل سنت کے اختلاف ہے حضرات سنیہ خصوصاً حنفیہ کے نزدیک ملائداد و ملائداد کا خطی ممنوع اور لفظی جائز ہے اور شیعہ کے نزدیک جائز ہے منع نہیں۔ اب یہ کو تحقیق کرنا اس امر کا ہے کہ آیا بغیر خدا صلعم نے لوگوں کو ایسی دو نمازیں ملا کر پڑھنے سے منع کیا ہے یا خود بھی آنحضرت نے دو نمازیں

ملا کر چڑھی ہیں۔ پس اگر احادیث مندرجہ صحاح اہلسنت سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ خود جناب مکرر کثرتاً نے ظہر و عصر اور نیز مغرب و عشا کو ملا کر پڑھا ہے تو صاف ثابت ہو گا کہ اہلسنت مخالف سنت نبوی عمل کرتے ہیں اور شیعوہ خاص متبع سنت رسول اللہ کے ہیں اور منع کرنا جمع بین الصلوٰتین سے سخت گناہ اور عمل کرنا الون پر باصرار و تعرض ہونا قریب کفر ہے گویا سنت نبوی پر عداوت معترض ہوتے ہیں جمع بین الصلوٰتین کو ناجائز کہنا عام اہلسنت کا عمل نہیں ہے بلکہ فقط حضرات خفیہ ہی مانع ہیں اور امام مالک نے ہمیشہ مسجد نبوی میں دو نمازین ملا کر پڑھی ہیں اور مقلد ان کے اب بھی برابر پڑھتے ہیں اور امام شافعی کے مقلدون میں اختلاف ہے بعضہ مطلقاً جائز سمجھتے ہیں اور بعضہ ضرورتاً اور حنا بلہ ضرورتاً جائز سمجھتے ہیں اور خفیہ منفرد ہیں حکم ناجوازی میں لیکن عرفات میں ظہر و عصر اور مزدلفہ میں مغرب و عشا اب سے ہر کسی عذر اور حاجت کے حجاج مذہب خفی ملا کر پڑھتے ہیں۔ اگرچہ عرفات اور مزدلفہ کے نمازون کی بابت تمام کتب سیر اور احادیث اہلسنت میں بطریق شہرت اور اعلان کے مذکور ہے لیکن ہم اس سے علاوہ نمازون کی بابت بحث کرتے ہیں اور واسطے ساکت کرنے اپنے مخالفین کے صحیح بخاری زیادہ معتبر کتاب نہیں پاتے ہیں اس لیے ہم ناظرین کو متوجہ کرتے ہیں طرف صحیح بخاری کے کہ اس کی کتاب مواقیت الصلوٰۃ کے باب وقت المغرب میں جسکو نماز عرفات اور مزدلفہ سے علاوہ نہیں ہے اس طرح روایت ہے حدثنا آدم قال حدثنا شعبہ قال حدثنا عمرو بن دینار قال سمعت جابر بن زید عن ابن عباس قال قال صلی اللہ علیہ وسلم سبعة جميعاً وثمانيًا جميعاً یعنی جابر بن زید نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ کہا ابن عباس نے کہ نماز پڑھی ہے نبی

صائم نے سات رکعتیں ملا کر (مغرب و عشا) اور آٹھ رکعتیں ملا کر (ظہر و عصر کی) شیخ الاسلام
 شارح صحیح بخاری نے کتاب مواقیت الصلوٰۃ میں بابت وقت نماز مغرب کے لکھا ہے۔

ومرویت از طاؤس کہ گفت فوت نمی شود مغرب و عشا تا فجر۔ و از عطاء نیز بنحو آن روایت
 است کذا نقله العینی۔ (اس روایت سے ثابت ہوا کہ مغرب اور عشا کا ایک ہی وقت ہے

اور وہ مدت ہے فجر تک اور جبکہ دونوں نازوں کا ایک ہی وقت ہے تو ملا کر چنانچہ بلاشبہ جائز بلکہ اسوجہ سے
 مستحب ہی خیال ہو سکتا ہے کہ بعد نماز مغرب توقف ناجائز نماز عشا میں نہیں کیا گیا)

وقال عطاء یجمع الریض بین المغرب والعشاء وگفت عطا کہ جمع کند ریض میان مغرب
 وعشا و باین قابل است احمد و سہق۔ و بعض شافعیہ مطلقاً یعنی بغیر قید مرض کے

و بخیر کردہ آنرا امام مالک رحمہ اللہ و مشہور از شافعی منع است و ترجیح دادہ
 جواز را نووی۔ و قسطلانی از مہمات آوردہ کہ گفت یا فتم نقل آنرا از شافعی و مختصر منی

باین عبارت کہ جمع میان نماز و سفر و مطر و مرض جائز است اس عبارت شارح معیوم
 ہوا کہ بخلاف ائمہ ربیعہ کے ایک امام مالک تو بالعموم جمع بین المغرب وعشا و بین الظهر و عصر

جائز قرار دیتے ہیں اور امام شافعی ایک روایت سے مطلقاً اور عموماً اور دوسری روایت
 ضرورتاً جائز قرار دیتے ہیں اور امام احمد بن حنبل بھی ضرورتاً جائز کہتے ہیں فقط ایک

امام ابو حنیفہ منفرد ہیں کہ وہ جمع بین الصلوٰتین کو ناجائز اور ممنوع فرماتے ہیں شیخ الاسلام
 شارح صحیح بخاری حنفی المذہب ہیں انھوں نے بحث تنگی وقت مغرب میں بقول ابن منذر کا

کہ مالک و ابن عباس اور شافعی کہتے ہیں کہ مغرب کا کوئی وقت نہیں ہے سوائے وقت غروب ہو

آفتاب کے لکھ کر اسکی تریز میں باشر جو انجمن مغرب و عشا کے ہیں اوس میں غمر ہوتے ہیں
وقت مغرب ممتاز است تا سحرا پہ اگر تنگ ہو دے ہرگز نہ فصل گشتے بیان وی وقت
پس جمع جائز نشدے چنانکہ بیان صبح و ظہر ذکر و استغفار و ستر بار اربعین سال جمع النعم
میں بہت لوگوں کو دیکھنے کا اتفاق ہوا کہ جناب رسول خدا صلعم نے دو نمازین ظہر اور عصر
عرفہ میں اور مغرب و عشا کو مزدلفہ میں ایک اذان اور دو اقامت سے پڑھا اور جو لوگ
اتباع سنت نبوی کرنا چاہتے ہیں وہ استحباً با اوں مقامات پر اب بھی بغیر کسی ضرورت
اور عذر کے دو نمازین جمع کر کے پڑھتے ہیں عرفہ میں عین بعد زوال آفتاب ظہر اور عصر
کے نماز جمع کر کے رسول خدا صلعم نے پڑھی کہ اہلسنت کے نزدیک وہ وقت عصر کا
ہرگز نہ تھا اور اسی طرح مزدلفہ میں ایسے وقت نماز مغرب اور عشا اور افرامائی کہ اہلسنت
نزدیک وقت مغرب باقی نہ رہا تھا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ کسی حاجت اور ضرورت کی وجہ سے
رسول خدا صلعم نے ایسا کیا ہو گا یہ درست نہیں اور جواب اسکا یہ ہے جیسا کہ صحیح مسلم
اور صحیح بخاری میں حدیث اسامہ سے ظاہر ہوا ہے کہ مزدلفہ میں پہونچنے سے پہلے آنحضرت
صلعم شعب کوہ میں تشریف لیگئے اور قضا حاجت فرمائی اور وضو کیا اور وقت مغرب
کی نماز کا وقت ہو گیا تھا اور اسامہ نے عرض بھی کیا تھا کہ نماز مغرب آپ پڑھیں گے مگر
آنحضرت نے فرمایا کہ نماز آگے چل کر یعنی مزدلفہ میں پہونچ کر پڑھی جاوے گی ایسا ہی حضرت کو
عرفات سے چلنے کی جلدی نہ تھی کہ عین بعد زوال آفتاب نماز عصر اور افرامائی بلکہ ثابت ہو
کہ تا غروب آفتاب آپ عرفات میں رہے اسیلئے ممکن تھا کہ آپ عرفات میں نماز عصر اڑ سکے

وقت پر اور نیز نماز مغرب بھی اوسی جگہ اول وقت پڑھ سکتے تھے لیکن یہ امر تحقیق ہوا ہے کہ آپ کے جب قدر افعال ضمن محبتہ الوداع میں تھے وہ تعجبِ سلیم امت کے لئے تھے کیونکہ تمام بلاد اسلام کے لوگ وہاں حاضر تھے بلا واسطہ غیب کے افعال رسول اللہ صلعم کو دیکھتے تھے جمع کرنا و نمازون کا فقط اسی لئے تھا کہ عوام الناس اس کے جواز سے آگاہ ہو جاوے ثبوت اس امر کا کہ حضرت رسول خدا صلعم غروب آفتاب تک عرفات میں رہے صحیحین سے حاصل و مدارج النبوت میں بھی درباب قیام عرفہ مرقوم ہے (وسنت آنست کہ تا غروب آفتاب بایستد زیر اگر ایستاد رسول خدا صلعم تا آفتاب غروب کرو)۔ اور نیز جب آپ شعب قضاے حاجت کر کے نکلے اور وضو کیا اسکی نسبت مدارج میں مندرج ہے کہ (اسامہ گفت الصلوٰۃ یعنی نماز مغرب خواہی گذار یا رسول اللہ فرمود و نماز پیشتر است یعنی نماز باماز عشا گزار دہ خواہ شد بعد اسکے فر دلفہ میں پہنچو کا حال اس طرح درج ہے و در مرد لفظ وضوے کامل ساخت و فرمود تا اذان گفتند و اقامت کردند و نماز شام بگذار و پیش از آنکہ بارہا فرود آمدند و اشتران فرو خواہانیدند و چون بارہا فرود آوردند باز اقامت گفتند و نماز خفتن بگذار و بر کماز خفتن بانگ نگفتند و میان فرض مغرب فرض عشا پہنچ نماز گذارد و ازینجا معلوم شد کہ جمع میان مغرب و عشا بیک اذان و دو اقامت بودہ چنانکہ در عرفات بود میان ظہر و عصر و در حدیث بخاری و مسلم از اسامہ بن زید یہیچنین آئندہ و مذہب زفر و شافعی و ترمذی و امام ابو حنیفہ و بروایتی از احمد و بسیا کرانائمه بیک اقامت گذارد النہ۔ اور مدارج النبوت میں جو کچھ یہ حال درج ہے وہ گویا ترجمہ ہے حدیث اس

بن زید کا صحیح بخاری کے باب الجمع بین الصلوٰتین بمفرد لغیرین مروی ہے اس طرح یہ
 حدیثنا عبد اللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک عن موسی بن عقبہ عن کریم
 عن اسماء بن زید انه سمعه يقول دفع رسول الله صلعم عن عرفہ فذل الشَّعب
 فبال ثم توضع فلم يسبغ الوضوء فقالت له الصلوة فقال الصلوٰۃ اما مالک
 فجاء المنزل فوضع فاسبغ ثم اقامت الصلوٰۃ فصل المغرب ثم
 اناخ كل انسان بعیدہ فی منزله ثم اقامت الصلوة فصلی ولم یصل بينهما
 یعنی بتحقق کہ کریم نے اسماء کو کہتے ہوئے سنا کہ آئے پیغمبر خدا صلعم عرفہ سے پس
 اوترے شتر سے شعب میں اور بول کیا اور بعد اوسکے وضو کیا اور اسباغ نہیں کیا
 یعنی احتیاط نہ کی کہ تمام مستحبات اور سنن وضو اور اہون پس کہا میں نے کہ نماز
 پڑھنا چاہتے ہیں آپ تو فرمایا کہ نماز آگے تیرے ہے (یعنی مفرد لغیرین) پھر آئے مفرد
 میں اور وضو کیا اور تکمیل فرمائی وضو کی بعد اوسکے قاست کہی گئی نماز کی پھر ادا
 کی نماز مغرب بعد اوسکے سب لوگوں نے اپنے اپنے موضع نزول میں اپنے اپنے
 شتروں کو بٹھایا اسکے بعد پھر قاست کہی گئی نماز کی اور نماز عشا پڑھی اور درمیان
 ان دونوں نمازوں کے اور کوئی نماز (نقلی) نہ پڑھی۔ پھر اس باب کے بعد باب ملحقہ
 صحیح بخاری میں یہ حدیث درج ہے بطریق آدم عن ابن عمر قال جمع النبی صلعم بین
 المغرب والعشاء جمع كل واحد منہما باقامة ولم یسبح بينهما ولا علی شکل واحد
 منہما یعنی کہا ابن عمر نے جمع کیا پیغمبر خدا صلعم نے نماز مغرب اور عشا کو مفرد لغیرین

ہر ایک کو ساتھ اقامت کے اور نہ درمیان میں اون کے اور نہ پیچھے
کسی کے اون دونوں میں سے کوئی نماز نفل پڑھی اور یسبیح کا ترجمہ شیخ الاسلام شارح
صحیح بخاری نے یہی لکھا ہے (کہ نماز نفل نہیں پڑھی) اور اسی نام سے اس باب کو موسوم
اور بطریق خالد بن مخلد اسی باب میں ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
ان رسول اللہ صلعم جمع فی حجة الوداع المغرب والعشاء بالمزدلفہ یعنی زوال
کی ہے ابو ایوب انصاری سے کہ کہا اوٹھوں نے کہ رسول خدا صلعم نے نماز مغرب اور عشاء
دونوں کو مزدلفہ میں جمع کیا۔ اور اسی طرح ایک باب جدا گانہ صحیح بخاری میں دربارہ جمع
کرنے نماز ظہر اور عصر کے ہے عرفہ میں اس عنوان سے باب الجمع بین الصلوتین بعرفۃ
اور اس باب میں روایت کی ہے سالم سے کہ عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ طریقہ سنت یہ ہے کہ عین
بوقت زوال اور شدت گرمی کے نماز پڑھے اور ظہر اور عصر کو ملا کر پڑھنا طریقہ سنوں ہے
اس روایت سے ثابت ہوا کہ عین وقت زوال بعد ادا کرنے نماز ظہر کے عصر کی نماز پڑھنا
جائز ہے اور وقت ان دونوں نمازوں کا ایک ہے کیونکہ رسول خدا صلعم عصر کو قبل از وقت یا
مغرب کو بعد فوت وقت ہرگز نہ پڑھتے اسلئے کہ کوئی نماز قبل از وقت ادا نہیں ہو سکتی نہ
بعد فوت ہو جانے وقت کے داخل ادا ہو سکتی ہے اور دیگر اوقات میں یعنی علاوہ حجة
الوداع کے جو رسول خدا صلعم نے ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو جمع کیا ہے اسکی روایات ہم پیشتر
لکھ چکے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ شیعوں کا دو نمازوں کو ملا کر پڑھنا نہ معیوب ہے نہ قابل
اعتراض بلکہ ایسا عمل ہے کہ جب کو رسول خدا نے بارہا کیا ہے۔ اسلئے جو شخص شیعوں پر

مقرر ہوتا ہے وہ گویا رسول خدا صلعم پر اعتراض کرتا ہو۔

رکن سوم قیام فی الصلوٰۃ کے بیان میں جس سے یہ مطلب ہے کہ نماز میں بجا لیا قیام ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا چاہیے یا ہاتھ کھول کر۔ واضح ہو کہ ارکان نماز چار ہیں۔ قیام۔ قعود۔ رکوع۔ سجود۔ قیام کے معنی کھڑے ہونیکے ہیں بلا تشریح اس امر کے کہ ناف پر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو یا سینہ پر یا پس پشت مشکین باندھ کر۔ غرض کہ نماز میں فرض صرف کھڑا ہو کر قرات قرآن کرنا ہے اور اسی طرح سیدھا سادھے طور پر کھڑے ہو کر رسول خدا صلعم اور صحابہ نے نماز پڑھی ہے ناف پر ہاتھ باندھنا یا سینہ پر ہاتھ رکھنا ایجاد متاخرین ہے اور ان کا اجتہاد اس طرف گیا ہے کہ خداوند تعالیٰ حکم الحاکمین ہے اوسکے روبرو نہایت عاجزی اور فروتنی سے کھڑا ہونا چاہیئے حالانکہ عاجزی اور فروتنی دل سے متعلق ہے نہ کہ پیٹ پر ہاتھ رکھنے سے اسلئے نہ خداوند تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو اگر نہ رسول خدا صلعم نے خود ہاتھ باندھے ہیں نہ دوسروں کو ایسا حکم دیا۔ آثار سلف جس قدر کتب معتبرہ اہل سنت میں ہاتھ باندھنے کے بابت وارد ہیں وہ نہایت درجہ مختلف اور ناقابل اعتبار ہیں خود اکابر علمائے اہل سنت کے اعتراف کیا ہے کہ اسکے برابر اور کسی معاملہ میں اختلاف وضع روایات واقع نہیں ہوا ہے۔ باوجودیکہ معاملہ نماز ایسا مشہور سی معاملہ ہے کہ لوگوں نے رسول خدا صلعم کو روزانہ پانچ مرتبہ تو ضرور ہی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہوگا لیکن سپر ایک بھی حدیث ہاتھ باندھنے کے بابت صحیح ثابت نہ ہوئی اور اہل سنت کے تین امام اہمین مختلف الاراء ہو گئے

معلوم ہو سکے کہ اہل سنت و جماعت کے چار پیشوا میں - اول امام ابو حنیفہ دوم امام شافعی سوم امام احمد بن حنبل چہارم امام مالک رحمہ اللہ - ان میں سے امام ابو حنیفہ نماز میں بحالت قیام ناف پر ہاتھ باندھنا جائز رکھتے ہیں اور امام شافعی سینہ پر اور امام احمد بن حنبل ایک روایت سے مثل ابو حنیفہ اور ایک روایت سے مثل شافعی حکم دیتے ہیں یعنی مذنب بین ذلک ہیں - امام مالک شیعوں کی طرح قطعی ہاتھ کھول کر نماز میں کھڑے ہونے کا حکم دیتے ہیں - ازاں حاکم خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید میں فقط نماز میں قیام کا حکم دیا ہے اور کچھ تخصیص ہاتھ باندھنے کی نہیں فرمائی اور آثار سلف کا اختلاف ایسا کہ چاروں امام اہلسنت باہم مختلف تو ثابت ہوا کہ فقط اجتہاد ائمہ پر عمل کیا جاتا ہے اور چونکہ ہاتھ باندھنے سے عاجزی اور فروتنی کا اظہار مقصود ہے تو یہ نسبت ناف اور سینہ پر ہاتھ باندھنے کے اگر انہی مشکلیں باندھ کر انسان نماز پڑھا کرتے تو زیادہ عاجزی و فروتنی ہوتی اور پھر تعب یہ کہ وہ فروتنی اور عاجزی فقط قیام کی حالت میں ہے مقرر رہتی ہے قعود اور رکوع و سجود میں بالکل مفقود ہوتی ہے اسکے کیا معنی کہ نماز کے ایک جزو میں فروتنی ہو اور دیگر اجزاء و ارکان میں سرکشی کی جاوے - اب یہ امر تو متحقق ہے کہ نماز میں فرض قیام ہے بلا خصوصیت کسی وضع کے اور مجتہدین اہلسنت نے جس آثار سلف پر اعتبار کر کے ایک حد و طریق اپنا قیام کے بابت پیدا کیا ہے اسکی مفصل کیفیت لکھی جاتی ہے شیخ الاسلام شرح صحیح بخاری کے کتاب الاذان میں مرقوم ہے کہ امام مالک نے تو اس سال کا حکم دیا ہے ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کا - اور ابو حنیفہ نیز ناف ہاتھ باندھنے کا حکم کرتے ہیں اور شافعی

سینہ پر ہاتھ رکھنے کا اور احمد بن حنبل مشترک بن شافعی اور ابو حنیفہ مین - اور یہ بھی
 ورج ہے کہ امام ابو حنیفہ کو حجت حدیث سہل بن سعد پر ہے یعنی اس حدیث کی رو سے
 امام ابو حنیفہ ناف پر ہاتھ باندھنے کا حکم دیتے ہیں اور یہ حدیث صحیح بخاری کی کتاب
 الاذان کے باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوٰۃ میں اس طرح مروی ہے
 حد ثنا عبد اللہ بن مسلمۃ عن مالک عن ابی حازم عن سہل بن
 سعد قال کان الناس یؤمنون ان یضع الرجل الید الیمنی علی رء
 الیسری فی الصلوٰۃ یعنی سہل بن سعد نے کہا ہے کہ آدمی حکم دیئے جاتے تھے
 کہ مرد اپنا دست راست بازوئے چپ پر نماز میں رکھے - اب اس حدیث کی سند
 نسبت صحیح بخاری میں ہے قال ابو حازم لا اعلمہ الا ینمی ذلک الی الذبی
 صلعم یعنی کہا ابو حازم نے (جو راوی اول ہے اس حدیث کا سہل بن سعد سے)
 کہ میں اس کو نہیں جانتا مگر یہ کہ وہ نسبت کرتا تھا اس حدیث کو طرف رسول خدا صلعم
 یعنی خود راوی صاحب کو بھی معلوم نہیں کہ کہنے والا اس حدیث کا کون شخص تھا -
 اسمعیل بن ابی اویس نے ینمی ذلک بصیغہ مجهول بیان کیا ہے - یعنی ابو حازم
 نے یہ کہا کہ میں اس حدیث کو نہیں جانتا مگر منسوب کی گئی ہے طرف رسول خدا صلعم
 یہ حدیث اول تو خود مشتبه ہے اور اصل راوی مجهول ہے طریق عبد اللہ بن مسلمہ
 سے اور بطریق اسمعیل بن اویس خود روایت ہی مجهول ہے - اور مضمون روایت
 ایسا محال و مبہم ہے کہ یہ بھی راوی کو معلوم نہیں کہ اس طرح ہاتھ رکھنے کا حکم

آدمیوں کو کس نے دیا۔ اسپر طرہ یہ ہے کہ یہ بھی لکھا کہ سینہ پر اسے طرح ہاتھ رکھے یا شکم پر یا پشت پر یا پشت پر۔ اب فقط اجتہاد اور رائے ائمہ راجعہ کی باقی رہی جیسا کہ لکھا ہے شیخ الاسلام شرح

صحیح بخاری میں (و نہادون دست بروست متفق علیہ است میان ائمہ الامام مالک کہ نزد

وی ارسال است ہا جو اوضاع۔ ولیکن نزد امام ابو حنیفہ و بروایتی از امام احمد بن حنبل در زیر

ناف نهند و نزد امام شافعی برابر سینہ و بروایتی از احمد مخیر است خواہ زیر ناف نهند یا ^{سینہ} برابر

اب ہاتھ باندھنے والے اہلسنت کے ائمہ میں تین امام رہے دیگر امام زیر ناف باندھنے کا

حکم دیتے ہیں اور دیگر امام سینہ پر یعنی امام احمد بن حنبل مشترک ہیں رائے امام ابو حنیفہ

اور شافعی میں۔ استدلال امام ابو حنیفہ اور اون کے صاحبین کی حدیث ابو حازم تو اوپر

مذکور ہو چکی اب امام شافعی کی حجت کو ملاحظہ فرمایا جاوے کہ شیخ الاسلام میں مذکور ہے

و حجت شافعی حدیث دائل بن جبر است کہ گفت نماز گزار دم با رسول خدا صلعم پس نہاد

دست راست را بروست چپ بر سینہ خود۔ اور ایسی ہی ایک روایت ترمذی نے قبیصہ بن

ہلب کی ہے کہ قبیصہ نے اپنے باپ ہلب سے روایت کی ہے کہ اوس نے دیکھا رسول اللہ صلعم

کو کہ رکھتے تھے اپنے ہاتھ کو اپنے سینہ پر شیخ الاسلام میں مندرج ہے کہ (دائل یعنی راوی حدیث

مسند امام شافعی اور ہلب یعنی راوی ترمذی کہ برسولی آمدہ بودند نزد آنحضرت استداد

صحبت و قربت ایشان در نماز ثابت نمی شود۔ و چون ذکر کردہ شد نزد ابراہیم نخعی حدیث دائل

در برداشتن دستہ نماز ذکر کو گفت ابراہیم اعرابی کہ نگذارد بار رسول خدا نماز اگر ہمان روز آیا

وی اعلم باشد۔ و ترمذی با وجود روایت قبیصہ گفتہ امرد بن باب واسع است نزد علماء۔

پس یہ امر تو بخوبی ثابت ہو چکا کہ داکل اور بلج و نواعرابی تھے اور علماء کو انکے قول فیل کا اعتبار نہیں نہ وہ کبھی خدمت رسول خدا میں رہے ایک مرتبہ قاصد ہو کر آئے تھے اور اس روز کے سوا کبھی انہوں نے رسول خدا صلعم کے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ ترمذی کو خود اپنی روایت وثوق نہ رہا اس سے معلوم ہوا کہ یہ ہر دو روایات قابل اعتبار نہیں ہیں۔ بلکہ بڑے بڑے اکابر علماء اہل سنت کا یہ اعتراف ہے کہ نماز میں ہاتھ باندھنے کی کوئی حدیث بھی ثابت نہیں ہوئی چنانچہ شیخ الاسلام میں قول شیخ ابن الہمام کا اس طرح منقول ہے۔ (و شیخ ابن الہمام

گوید کہ حدیث در پیچ یکے از ان مخصوص ثابت نشدہ پس حوالہ کردہ شود بر اینچہ معہود و معتاد است نہادون آن حال قصد تعظیم و قیام و آن تحت سرہ است) بلکہ کمال تعجب اس امر کا ہے کہ اس بارہ میں ایک یہی حدیث اون اصحاب رسول خدا سے مروی نہیں ہے جو ہمیشہ رسول خدا کی خدمت میں حاضر رہ کر ہر روز آپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کرتے تھے اگر رسول خدا صلعم نماز میں ہاتھ باندھا کرتے تو ضرور تھا کہ بہت سی روایات صحابہ سے ہم پہنچتیں نہ تو کسی روایت آپ کے صحابہ سے دلیل کا مل اس بات کی ہے کہ زمانہ رسول خدا میں اسکا مطلق وجود نہ تھا۔ اور کچھ یہ بھی کہ زمانہ خلافت نبی مروان میں ایسا رواج ہو گیا ہوا اور کسی خلیفہ نے حکماً اسکا اجرا کیا ہے اور مثل دیگر مسائل و سیومات کے یہی عوام میں جاری ہو گئی جیسا کہ قتادہ ابو حازم عن سہل بن سعد سے مترشح ہوتا ہے کہ ضرور آدمی کسی خلیفہ کے حکم سے نامور کئے گئے تھے کہ وہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھا کرین چنانچہ خود مضمون روایت میں حوالہ حکم رسول خدا کا نہیں ہے اور زمانہ مابعد میں حکم دینے والے خلیفہ کا نام مصلحتاً نکال دیا گیا ہے

اور جو لوگ مرض نقص میں مبتلا ہو کر اپنے مسائل کی تائید میں موضوعی احادیث بنانے کے عادی ہو گئے تھے انہوں نے بھی بعض اٹھ بارہ میں وضع کیں اور ان لوگوں کا یہ دستور تھا کہ اگر کسی بامیہ مذہب والے سے مثلاً اونکا مناظرہ ہے تو وہ اپنی موضوعی حدیث کو حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام سے منسوب کر کے بیان کرینگے تاکہ مخالف کو گنجائش نہ ملی ایسا ہی ابن بارے میں ایک حدیث وضع ہوئی کہ ابو داؤد اور احمد و دارقطنی و بیہقی نے اسکو تواتر کیا اور حضرت علی مرتضیٰ سے منسوب کی گئی من السنۃ فی الصلوٰۃ وضع الاکف تحت السیرۃ لیکن محدثین نقاد نے اس حدیث کو درجہ اعتبار سے خود گرا دیا شیخ الاسلام میں ہے و نووی گفتہ کہ اتفاق کردہ اندر تضعیف این حدیث - اب صاف ظاہر ہو گیا کہ قیام نمازین ہاتھ باندھنا فرض ہے نہ سنت رسول اللہ صلعم کی کیونکہ جب قدر احادیث اس بارہ میں بیان کی گئی ہیں کوئی او نہیں سے صحیح ثابت نہیں ہوئی سبکے سب موضوعی اور شائبہ اور نامعتبر ہیں پس ہا طریق عمل امت کا اور وہ دو طرح ہے ایک ہاتھ کھول کر نماز میں کھڑا ہونا - دوسرے ہاتھ باندھنا اور چونکہ نمازین محض قیام واجب ہے اور قیام کہتے ہیں سیدھا کھڑا ہونیکو ہاتھ کھول کر - پس یہ طریقہ جو لوگ استعمال میں لاتے ہیں وہ اپنے فرض سے ادا ہو جاتے ہیں - اور جن لوگوں نے اپنی رائے سے خواہ بقصد تعظیم یا بدعت یا کسی اور غرض سے بحالت قیام نماز ہاتھ باندھے خواہ سینہ پر یا نیز یاں اسوجہ سے بدعت ہے کہ کوئی حدیث اس بارے میں رسول خدا صلعم سے ثابت نہیں ہوئی اور ایک طویر تو بدعت سے بھی اسکا درجہ بڑھا ہوا ہے یعنی صریحاً مخالفت ہے فعل رسول اللہ صلعم کے - اگر کوئی شخص یوں سمجھے کہ ہاتھ باندھنا فعل تعظیم ہے اسلیئے قیام

نماز میں ہاتھ باندھنا اولیٰ ہے تو یہ اسکی غلطی ہے کیونکہ جس فعل کو دینیات میں رسول خدا صلعم نے نہیں کیا یا اسکا حکم نہیں دیا ہے اور اونکے بعد کسی نے اپنی رائے سے نکال لیا ہے کیسا ہی بظاہر مستحسن معلوم ہو لیکن وہ بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت و گمراہی میں ڈالنے والی ہے۔ اگر اہلسنت و الجماعت ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے پر طعن کرتے ہیں تو وہ اپنے عقیدہ کے بموجب سخت گنہگار ہوتے ہیں کیونکہ انکے ائمہ اربعہ میں سے ایک امام مالک نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا جائز قرار دیا ہے اور حریم شریفین میں انکا اصل موجود ہے جسپر ہاتھ کھول کر نماز پڑھی جاتی ہے اور جو عقائد اہلسنت و الجماعت کے امام مالک کا مذہب برحق ہے۔ پس اگر وہ معترض حریم شریفین میں پایا جاوے تو ضرور اسکو تعذیر دیا ویگی۔ ہاں سیدہ یافا پر ہاتھ باندھنے والوں پر اگر کوئی معترض ہو تو بیجا نہیں ہے کیونکہ نہ خدا نے اسطرح حکم دیا ہے نہ رسول خدا نے کیا ہے نہ کہا ہے۔ اسلئے بدعت پر معترض ہونا بیجا نہیں اور ہاتھ باندھنے والوں کو سزا اسکے اور کچھ جواب نہیں کہ ہم بقصد تعظیم ایسا کرنے ہیں ہم کہتے ہیں کہ نسبت اسکے دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر کھڑا ہونا زیادہ تر تعظیم اور نیز عاجزی اور فروتنی کا اظہار ہے پھر ہاتھ جوڑ کر کیوں نہیں کھڑے ہو کرتے اور اگر اس سے بھی زیادہ اپنی عاجزی کا اظہار منظور ہو تو اپنی مشکین باندھ کر کھڑا ہونا چاہیے لیکن بحث یہ ہے کہ ہم کو گونہ وینیات میں اپنی رائے کا داخل کرنا جائز نہیں ہے جو طریقہ جناب سرور کائنات نے ہمارے لیے مقرر کر دیا ہے اویسکے پابندی ہمپر واجب ہے اپنی طرف سے وینیات میں جدید اختراع کو سخت ممنوع ہے جیسا کہ فرمایا ہے شارع علیہ السلام نے کل بدعت ضلالة بعض لوگوں نے بدعت کو دو قسم سمجھا ہے بدعت سیدہ اور بدعت حسنہ اور کچھ بعید نہیں ہے کہ براہ غلط فہمی اس

بدعت کو بدعت حسنہ سمجھ کر اپنے دل کو تسلی دین لیکن دراصل کوئی بدعت نیک نہیں ہے اور جو
 حدیث متذکرہ صدر ہر قسم کی بدعت گمراہی میں ڈالنے والی ہے فاعندوا لیا ولی الا بصار
 رکن چہارم در باب قرأت بعد تکبیر تحریر میں جس سے یہ مراد ہے کہ بعد تکبیر تحریر میں کئی قرأت
 قرأت سورۃ الحمد سے ہونی چاہیے یا بحسب طریق السنۃ والجماعت دعاء سبحانک اللہم
 بحمک الخ تم پڑھی جاوے۔ یعنی اس بارے میں طریقہ مسنون کیا ہے واضح ہو کہ مذہب شافعیہ
 میں نماز فرض اور نفل میں مستحب ہے کہ بعد تکبیر تحریر سے قبل از قرأت قرآن دعاء الی
 وجہت و جہی للذی فطر السموات والارض اور دعائے سبحانک اللہم الخ پڑھیں
 اور حنفیہ و احمد کے مذہب میں فقط دعائے سبحانک اللہم الخ پر اقتصار کیا گیا ہے۔ کذا فی
 شیخ الاسلام۔ اور مذہب شیعہ امامیہ اثنا عشریہ میں بعد تکبیر تحریر کے شروع قرأت سورۃ الحمد
 کی جاتی ہے۔ اب ہم تحقیق اس امر کی کرتے ہیں کہ آیا بروی احادیث صحیحہ مرویہ السنۃ والجماعت
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق عمل اس بارہ میں کیا ثابت ہوتا ہے آیا آپ شیعوں کے طرح اقتلاح نماز
 و شروع قرأت سورۃ الحمد سے کرتے تھے یا السنۃ والجماعت کے طریق پر ادعیہ متذکرہ
 صدر افتل صلوٰۃ شروع قرأت فرماتے تھے چنانچہ صحیح بخاری کے ملاحظہ سے صاف
 ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شروع قرأت اور افتل نماز سورۃ الحمد سے کیا کرتے تھے اور
 اسی طرح دوسروں کو حکم دیتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری کتاب الاذان کے باب
 ما یقرع بعد التکبیر میں مروی ہے حد ثنا حفص بن عمر قال حدثنا شعبہ
 عن قتادۃ عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانوا یفتحون الصلوٰۃ بالحمد للہ

رب الدالین یعنی حفص بن عمر نے روایت کی شعبہ سے اور اوستاد سے اور انس بن مالک سے کہ شعبہ بنی سلمہ اور ابو بکر و عمر افتاح نما کرتے تھے الحمد للہ رب العالمین سے۔

اس جگہ افسانہ ناز سے شروع قزاق ہے بخت کی پیر کے ورنہ افتتاح غارتگی سے ہوتا ہے

اور موبہ ایسی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے کہ استخرج کیا ہے اوسکو مسلم نے اپنی صحیح میں کہ آنحضرت صلعم افتتاح نماز تکبیر سے کیا کرتے تھے اور افتتاح قرات الحمد للہ

رب العالمین سے۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس حدیث میں الحمد سے پہلے بسم اللہ کا ذکر نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم جزو ہے سورۃ الحمد کا جیسا کہ یہ لال

کیا ہے امام شافعی نے اسی حدیث میں کہ الحمد للہ رب العالمین سے مراد سورہ الحمد ہے اور وہ

شروع ہوتی ہے اپنی پہلی آیت بسم اللہ الرحمن الرحیم سے اختتام ہوتی ہے واللہ اعلم

اور امام مالک کے نزدیک بسطہ سورہ کے شروع میں نازل ہوئی ہے اس لیے پڑھنا بسطہ کا

ہر روز کے شروع پر واجب ہے تنبیہ حدیث مندرجہ بالا کے مضمون سے صاف مترشح

ہوتا ہے کہ انس بن مالک نے یہ حدیث ایسے زمانہ میں بیان کی ہے کہ لوگوں نے بعد تکبیر اور

قبل الحمد کچھ دعائیں اپنی طرف سے ایجاد کر کے شامل نماز کر لیں تھیں کیونکہ جناب پیغمبر خدا صلیم

کے ساتھ جو طریق عمل شیخین کا بیان کیا ہے اس سے یہی مطلب ہے کہ زمانہ جناب سوکھرا

صلح اور مابہ خلافت حضرت ابوبکر و حضرت عمر بن عبدکبیر تحریر مشروع قراءت الحمد سے ہوتی تھی

اور حضرت عثمان کی خلافت میں دعاء اختراع ہوئی ہے۔ اور یہ بات کچھ بعید از قیاس نہیں ہے۔

کیونکہ اکثر معاملات میں تغیر و تبدل خاص حضرت عثمان کے ہی زمانہ میں ہوا ہے اور پھر معاویہ

اور مروان اور اوسکی اولاد کی خلافت ایام میں حکماً اون اُسور کی پابندی کرائی گئی جنکو حضرت عثمان
یا حضرت معاویہ و حضرت مروان نے مجدّابِ خلافت طریقہ رسولِ کج و شیخین کے جاری کیا تھا۔ اور
میں یقین کرتا ہوں کہ ہاتھ باندھ کر نارِ پُڑھنا بھی انھیں بزرگواروں کے اختراعات سے جاری
ہوا ہے۔ اگرچہ عبدالرحمن بن عوف نے بوقتِ شوری حضرت عثمان سے اس بات کا عہد لیا
کہ وہ جملہ امور میں تقلیدِ شیخین کی کرتے رہیں گے لیکن کتبِ احادیث و سیر کے دیکھنے سے
پایا جاتا ہے کہ انکے زمانہ خلافت میں کھلم کھلا مخالفتِ افعالِ رسول اللہ صلعم اور حضرت
شیخین کی کی گئی۔ جیسا کہ حکم اور مروان کو رسولِ خدا صلعم نے پڑیس نکالا دیا اور حضرت
شیخین نے اوس حکم کا اتباع کیا مگر حضرت عثمان نے نبی صلعم کے حکم کو منسوخ کر کے اپنے پاس
بلا لیا اور صاحبِ جاہ و حشمت کر دیا۔ یا ثعلبہ بن حاطب سے خلافتِ حکم خدا و رسول و خلا
فِ طریقہ شیخین زکوٰۃ لیلیٰ یا قرآن شریف مرتبہ و مجریہ خلافتِ شیخین کو مطلقاً تلف کر کے اپنی
ترتیب کو جاری کیا۔ اور بہت سے امور ہیں کہ یہ رسالہ گنجائش اوکی نہیں رکھتا۔ باعث
ترجیح بدعاتِ زمانہ خلافت حضرت عثمان کا یہ ہے کہ زمانہ خلافتِ نبی اُمیہ میں خدا و رسول کا
حکم ٹل جاتا تھا مگر یہ مجال کیسی نہ تھی کہ حضرت عثمان کے حکم کو ٹال دے۔ میں اس بار وہاں
میں ایک مجلد کتاب لکھ سکتا ہوں لیکن اس رسالہ میں ایسے امور کا ذکر کرنا بالکل بے محل ہے
اس موقع پر فقط ایک روایت پر اکتفا کرتا ہوں کہ اتفاق سے تیسیر القاری شرح صحیح بخاری
میں اسوجہ سے میری نظر سے گزری کہ اوسکے حاشیہ پر جو شرح ثانی مسمیٰ بشیخ الاسلام
ہوئی ہے اوسکی کتاب الاذان اور اسکی کتاب الحج ایک ہی اوراق میں ہیں تیسیر القاری کی

کتاب الحج باب الصلوۃ عینی میں مروی ہے۔ عن عبد اللہ بن مسعود قال صلیت مع النبی صلعم
 رکعتین ومع ابی بکر رکعتین ومع عمر رکعتین ثم تفرقت کلم الطریق فی الیاء خطی مع اربع رکعتان
 متقبلتان یعنی بطریق قبضہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ کہا ابن مسعود نے کہ نماز پڑھی ہے
 ساتھ رسول خدا صلعم کے دو رکعتین اور ساتھ ابوبکر کے دو رکعت اور ساتھ عمر کے دو رکعت بعد
 اسکے طریق مختلف ہو گیا اور کاش کہ نصیب میرا ان چار رکعتوں میں سے جو عثمان نے
 پڑھیں دو رکعت مقبول ہوئیں۔ شارح کہتے ہیں۔ یعنی کاش عثمان دو رکعت گزار دے
 چنانکہ آنحضرت و یاران اوگزار داند۔ و درین ادا اظہار کراست فعل عثمان است از بہت
 محالفت مرآئنا کہ مقتد ابو ند۔ علاوہ حدیث متذکرہ اول کے ایک اور حدیث جس سے
 بعد تفسیر قرآن کا حکم پایا گیا ہے صحیح بخاری کے باب وجوب القراءۃ للامام و الزم
 میں مروی ہے حد ثنا محمد بن یشار قال حدثنا یحییٰ قطان عن عبد اللہ
 عمری قال حدثنا سعید بن ابی سعید عن ابیہ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلعم
 دخل المسجد فدخل جمل فصل وسلم علی النبی صلعم فرد وقال ارجع فصل
 فاناک لم تصل فارجع فصل کما صلے ثم جاء فسلم علی النبی صلعم فقال ارجع
 فصل فاناک لم تصل ثلثا فقال والذی بعثتک بالحق ما احسن غیوہ فعلینہ
 فقال اذا قمت الی الصلوۃ فکبیر ثم اقرأ ما تیسر معک من القرآن ثم ارجع
 حتی تطمئن رکعائک ثم ارفع حتی تعدل قائماتک اسجد حتی تطمئن ساجداتک ثم ارفع
 وافعل ذلک فی الصلوۃ کلھا یعنی روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ رسول اللہ صلعم داخل

ہوئے مسجد میں کہ ایک آدمی آیا اور اسنے نماز پڑھی اور حضرت کو سلام کیا حضرت نے جواب سلام کا دیکر فرمایا کہ پھر لوٹ جا اور نماز پڑھ کہ تو نے نماز نہیں پڑھی ہے پس وہ شخص لوٹ آیا اور پھر اسی طرح نماز پڑھی جیسے کہ پہلے پڑھی تھی اور نماز پڑھ کر پھر حضرت کے پاس آیا اور سلام کیا پھر حضرت نے فرمایا کہ لوٹ جا اور پھر نماز پڑھ کہ تو نے نماز نہیں پڑھی اور تین مرتبہ اسی طرح فرمایا پھر تیسری بار وہ شخص بولا کہ یا حضرت مجھے قسم ہے اوسکی کہ جسے تکویر ہوتی ہے جوت کیا ہے کہ مجھے اس سے بہتر نماز پڑھنی نہیں آتی آپ مجھے تعلیم فرمادیجئے تب حضرت نے فرمایا کہ حیثیت تو نماز کو کھڑا ہو تو اول تکبیر کہ بعد اوسکے جو کچھ کہ قرآن میں سے تجھے یاد ہے وہ پڑھ (یعنی الحمد اور جو اور کوئی سورت یاد ہو) بعد اسکے رکوع کر یا تک کہ رکوع میں طہینان ہو پھر سر اٹھا یا تک کہ اعتدال کے ساتھ کھڑا ہو پھر سجدہ کر یا تک کہ سجدہ میں اطمینان حاصل ہو پھر سر اٹھا اور اطمینان کے ساتھ جلسہ کر اور اسی طرح ساری رکعتیں نماز کی پوری کر

تنبیہ نسبت رکعتیں آخر میں اور حکم ہے جیسا کہ شیخ الاسلام میں ہے کہ رکعت آخر میں میں مختار ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھے یا تسبیح پڑھے بموجب روایت حضرت علی اور ابن مسعود اور عائشہ کے کہ کہا انھوں نے۔ (کہ قرأت میکوندہ را ولین و نمی خوانند در آخرین و در دواستے تسبیح میکوندہ در آخرین۔ و ہم چنین از ابراہیم نخعی و سفیان ثوری مرویست۔ و شیخ الاسلام کے دوسرے باب یقصر فی الاخرین بفتاحہ لکتاب میں مرقوم ہے۔ و از بخا و جوب فاتحہ در آخرین لازم نیاید بدلیل روایت ابن منذر از امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کہ گفت قرأت ابن را ولین و تسبیح کن در آخرین۔ چونکہ شیعہ امامیہ رکعتیں آخرین میں تسبیح پڑھتے ہیں اسلئے

متبع سنت ہیں پس جو شخص تسبیح پڑھنے والوں پر معترض ہو وہ سنت نبوی پر معترض ہے
 حدیث متذکرہ صریحاً یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ اہلسنت جو بعد مسجدین بغیر جلسہ کھڑے ہو جائے
 ہیں یہ فعل ان کا خلاف سنت ہے اور شیعہ جو مسجدین کے بعد باطمینان جلسہ کر کے اٹھتے
 ہیں وہ متبع سنت ہیں۔ اب ہم یہ تحقیق کرنا چاہتے ہیں کہ حنفیوں نے دعائے استفتاح
 نماز کا نمائندہ کیا ہے چنانچہ معلوم ہوا کہ ماخذ ان کا وہ حدیث ابی ہریرہ کے ہے جس کو بخاری
 نے روایت کیا ہے کہ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلعم بعد تکبیر قبل شروع قرأت کچھ عہد
 دیر تک ساکت رہتے تھے۔ اسپر امام ابو حنیفہ اور احمد نے گمان کر لیا ہے کہ دعا کرتے
 تھے۔ مگر یہ وہی نقل ہے کہ کسی شخص نے بھیگی ہوئی بلی کو دیکھ کر کہہ دیا تھا کہ بارش ہو رہی ہے
 ثبوت اس امر کا کہ اسی حدیث کی بنا پر امام ابو حنیفہ نے دعائے استفتاح نماز کو مستحب قرار دیا ہے
 یہ ہے کہ شیخ الاسلام شارح صحیح بخاری نے اس حدیث کی شرح میں یہ لکھا ہے۔ واین حدیث
 دلیل است بر خواندن دعائے استفتاح بخلاف امام مالک کہ گوید مستحب نیست ولیکن امام
 ابو حنیفہ و احمد استفتاح و فرض بہ تسبیح و ثنا گویند انہم

رکن پنجم رفع یدین کے بیان میں رفع یدین کے معنی بلند کرنا ہاتھوں کا ہے اور
 اصطلاح فقہین بروقت کہتے تکبیر کے دونوں ہاتھوں کا بلند کرنا ہے۔ واضح ہو کہ اہلسنت
 والجماعت خصوصاً حنفی مذہب میں سوائے تکبیر تحریمہ کے دیگر تکبیروں کے وقت رفع یدین
 ناجائز ہے۔ اور صحاح اہلسنت سے قطعی طور پر ثابت ہوا ہے کہ جناب سرور کائنات علیہ
 افضل التسلیمات ہر تکبیر کہنے کی وقت رفع یدین کرتے تھے اب اہل انصاف غور کر سکتے ہیں کہ

ٹھیک طریقہ برویہ صلعم پر کون چلتا ہے اور سنت نبوی کا مخالف کون ہے شیعیہ امامیہ
 اثنا عشریہ بموجب طریقہ رسول خدا صلعم سوائے تکبیر تحریمہ کے دیگر تکبیروں پر بھی رفع یدین کرتے
 ہیں اور اہلسنت و اجماعت اسکے خلاف کرتے ہیں صحیح بخاری کی کتاب الاذان کے
 باب رفع الیدین فی تکبیر الاولیٰ میں حدیث مسطورہ ذیل مرقوم ہے حد ثنا عبد اللہ بن
 مسلمہ عن مالک عن ابن شہاب عن سالم بن عبد اللہ عن امیہ ان رسول اللہ
 صلعم کان یرفع یدیه حد ومنکبہ اذا افتتح الصلوٰۃ واذا اکبر للركوع واذا رفع
 راسه من الركوع رفعهما اذنك ايضا وقال سمع الله من حمد ربنا و لا الحمد و کان
 لا یفعل ذلک فی السجود یعنی سالم بن عبد اللہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ
 یہ تحقیق کہ رسول خدا صلعم دونوں ہاتھ دوش کے برابر بلند کرتے تھے جبکہ غار شروع کرتے
 تھے اور نیز جبکہ تکبیر واسطے رکوع کے کرتے تھے اور جبکہ سر رکوع سے اوٹھاتے تھے دونوں ہاتھ اوپر
 بلند کرتے تھے اور کہتے تھے سمع الله من حمد ربنا و لا الحمد (اور روایت ثانی میں ربنا
 و لا الحمد شامل نہیں ہے) اور آنحضرت سجدوں میں ایسے نہیں کیا کرتے تھے شیخ الاسلام
 شرح صحیح بخاری میں اسی حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اکثر شافعیہ سجدوں کی وقت بھی تکبیر
 پر رفع یدین کرتے ہیں۔ اور اہلسنت میں جو ایک فرقہ اہل حدیث کہلاتا ہے اور وہ فقہاء
 اربعہ میں سے کسی کی مقلد نہیں ہیں وہ بھی ہر تکبیر پر رفع یدین کرتے ہیں لیکن جنفی اسکو نہتاً
 مکر وہ سمجھتے ہیں۔ اور حقیر نے جہاں تک غور کیا ہے سنت نبوی کے مخالفت کرنے والوں میں
 درجہ اول پر امام ابو حنیفہ پائے جاتے ہیں اور ان کے بعد احمد بن حنبل ہیں اور سید طریح فقہاء

اربعہ میں سے اتباع سنت پر کوشش کرنیوالے اول درجہ پر امام مالک ثابت ہوتے ہیں
 اور ان کے بعد امام شافعی کا درجہ ہے دوسری حدیث صحیح بخاری باب رفع الیدین
 اذ اکبر واذا رکع واذا رفع میں بطریق محمد بن مقاتل عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے قال رايت
 رسول اللہ صلعم اذا قام فی الصلوۃ رفع یدیه حتی یکون احد ومنکبہ وہو کان یفعل
 ذلک حین یکبر للركوع ویفعل ذلک اذا رفع راسه من الركوع ویقول سمع اللہ
 لمن حمدا ولا یفعل ذلک فی السجود یعنی کما ہے عبداللہ ابن عمر نے کہ دیکھا میں نے
 رسول اللہ صلعم کو کہ جب وقت وہ نماز کو کھڑے ہوتے تو دونوں ہاتھ موٹھوں کے برابر بلند کرتے
 اور ایسے ہی کرتے تھے جبکہ رکوع کی واسطے تکبیر کرتے اور ایسا ہی جب کرتے کہ رکوع سے سر اونچا
 کرتے اور کہتے سمع اللہ لمن حمدا اور سجدہ میں ایسا نہیں کرتے تھے و صحیح بخاری
 باب ایضا بطریق سہمی الواسطی عن ابی قلابہ مروی ہے کہ انہ راہی مالک بن
 الحویرث اذا صلی کبر و رفع یدیه واذا اراد ان یرکع رفع یدیه واذا رفع راسه من
 الركوع رفع یدیه وحدث ان رسول اللہ صلعم صنع هكذا یعنی ابی قلابہ نے مالک
 بن حویرث صحابی کو دیکھا کہ جب وہ نماز پڑھتے اور تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع کا
 ارادہ کرتے تب بھی رفع یدین کرتے اور بوقت سر اوٹھانے رکوع سے بھی رفع یدین کرتے
 اور حدیث کرتے کہ جناب رسول خدا صلعم بھی اسی طرح کیا کرتے تھے و ایضا باب
 رفع الیدین اذا قام من الركعتین حدثننا عیاش بن الولید قال حدثنا
 عبداللہ اعلی قال حدثنا عبد اللہ عمری عن نافع ان ابن عمر کان اذا دخل

فی الصلوٰۃ کبیر رفع ید یدہ اذا رکع رفع ید یدہ واذا قال سمع اللہ من حمدہ رفع ید یدہ واذا اقام من الرکعتین رفع ید یدہ۔ و رفع ذلک ابن عمر الی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ و ابن طہمان عن ایوب و موسیٰ بن عقبہ مخفیاً۔ و احمد بن مسلم بن دینار عن ایوب عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر جب نماز شروع کرتے اور تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے اور جب کہ رکوع کرتے تب بھی رفع یدین کرتے اور جب کہ سمع اللہ من حمدہ کہتے تو بھی رفع یدین کرتے اور جب کہ رکعت پڑھ کر کھڑے ہوتے تب بھی رفع یدین کرتے۔ اور سند اس حدیث کی ابن عمر نے طرف جناب رسول خدا صلعم کے کی ہے۔ اور ابن طہمان نے بھی اس حدیث کو ایوب اور موسیٰ بن عقبہ سے مختصر طور پر روایت کی ہے۔ اور نیز حماد بن سلمہ بن دینار نے ایوب سے اور اوسنے نافع سے اور اوسنے ابن عمر سے اور ابن عمر نے رسول خدا صلعم سے روایت کی ہے۔ ہم رفع یدین کے بارہ میں جہات تک دیکھتے ہیں صحاح الہسنات مشاہیر صحابہ کی روایات سے مالا مال ہیں اور نہایت اطمینان کے ساتھ ثابت ہوا ہے کہ جناب سرکار کائنات صلعم ہمیشہ تکبیرات پر رفع یدین کرتے تھے اور دوسرے کو اسکے کرنا حکم دیتے تھے اور ساتھ ہی اسکے کہ نہایت درجہ تعجب اس بات کا ہے کہ ائمہ اربعہ الہسنات میں سے خاص امام ابو حنیفہ نے کیوں ایسے مستند اور معتبر روایات مشاہیر صحابہ سے مخالفت اختیار کی اور ایسے اکثر امور کو کیوں اختیار کیا کہ جبکا مطلق وجود بھی مرویات مشاہیر صحابہ میں پایا نہیں جاتا جیسے قیام نماز میں ناف پر ہاتھ باندھنا کہ اسکا آثار سلف سے مطلق وجود پایا نہیں گیا اسکو اونھوں نے اختیار کیا

اور فریادیں جسکا کرنا رسول خدا کی نسبت مشاہیر صحابہ کی کثیر روایات سے ثابت ہوا ہے ترک
 کر دیا اسکی وجہ سوال اسکے اور کچھ نہیں ہے کہ انکا زمانہ خلفائے مروانیہ کے زمانہ سے زیادہ طبع
 تھا اور حسبہ تغیرات دین میں واقع ہوئے ہیں وہ سب بنی امیہ کے طفیل سے ہوئے اور سلطنت
 اونکی چونکہ قریب ایک سو برس کے سلسلے مستقل طور سے قائم رہے کیسکی مجال تھی کہ اون کے
 رسمیات کو ترک کر کے آثار سلف کی تفتیش کرے اور جبکہ اس سو برس کے عرصہ میں علماء کی
 کئی کئی پشتیں خلفائے بنی امیہ کی تقلید میں گزر گئیں تو آخر کار عامی تغیرات دینی ایسے سمجھے
 گئے کہ گویا اسی طرح زمانہ رسول خدا سے ہوتے ہوئے چلے آ رہے ہیں۔ لیکن جبکہ زمانہ سلطنت
 بنی عباس کا آیا اور ہر امر کی نسبت تحقیق و تفتیش شروع ہوئی کہ فلاں امر میں زمانہ رسول خدا
 کیا عمل درآمد تھا اور سوت ہر بات کھنسنے لگی لیکن چونکہ عمل درآمد زمانہ رسول خدا نہ توقید کتابت
 میں تھا سو اہلبیت پیغمبر صلعم کوئی خاندان ایسا تھا کہ اون میں ترمیم بنی امیہ نے اثر کیا
 اور عمل درآمد زمانہ رسول خدا اون کے سیدہ سیدہ چلا آ رہا ہو سائے بہت باتوں میں غیر لوگوں سے
 عمل درآمد زمانہ رسول خدا معلوم نہ ہو سکا اور چونکہ اہلبیت پیغمبر کی طرف اس مانہ میں بھی بخوف
 خلفاء بنی عباس عام لوگ رجوع نہ ہوئے اور اون سے مسائل نبی اخذ کر نیکی جرأت نہ پائی
 سائے بہت سے امور و جزئیات بنی امیہ قائم رہ گئے اور شافعی ابو یوسف وغیرہ متاخرین کی
 کوششوں کا کوئی نتیجہ کافی برآمد نہ ہوا۔ مگر تاہم نسبت اجتہاد امام ابو حنیفہ کے انھوں نے
 استنباط کامیابی حاصل کی اور چون زمانہ بنی امیہ کو بعد ہوتا گیا زمانہ رسول خدا کے آثار
 کشف ہوتے گئے اسوقت تحقیق و تفتیش کے قسم کی روایات صحیحہ اسنت میں مندرج ہیں گو

اولیٰ پر عموماً اہلسنت کا عمل نہیں ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ شیعوں اپنے تمام عقائد کا ثبوت اتحاد مندرجہ صحیح اہلسنت دیکھتے ہیں۔ اب اگرچہ اکثر مسائل میں احادیث مندرجہ صحیحین سے خلاف اجتہاد امام ابوحنیفہ کے پائے جاتے ہیں اور صحیحین کے روایت کی صحت اور سند میں عام اہلسنت کا کلام نہیں لیکن محض اسوجہ سے کہ جب ہم قدیم سے مقلد امام ابوحنیفہ کو ہیں تو پھر اس کی تقلید کیسے چھوڑ دیں اب تو بہشت میں جاؤں یا دوزخ میں جس کے نام پر ایک دفعہ بک چکے ہیں اس کی تقلید کیسے چھوڑ دیں میرے نزدیک امام ابوحنیفہ اپنی مجبور کو خوب جانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ نبی امیہ کی سلطنت کے اثر سے آثار زمانہ رسول خدا کا انکشاف کامل طور سے اس زمانہ میں نہیں ہو سکا ہے اس لئے وہ اپنے شاگردوں کو حکم دینگے تھے کہ اگر میرے قول کے برخلاف اصلیت ثابت ہو تو میرے قول کی پابندی نہ کرنا لیکن شاگردوں کو اس استاد کی تقلید کا متروک ہونا پسند نہوا اس لئے امام ابوحنیفہ کے اس وصیت نامے کو ہی بہترین نتیجہ پیدا کیا کاش امام ابوحنیفہ اس وصیت کو تشبیح کے ساتھ کرتے تو ان کے صحاب سے ستر ستر بات سمجھ کر خاموش رہتے اور جو اعتراضات ان کی کاروائیوں پر ان کے ہم عصر علماء نے کئے ہیں اس کی بھی نوبت نہ پہنچتی۔ صحیح بخاری میں بتائیں مقامات میں امام ابوحنیفہ پر طعن کئے گئے ہیں اس طرح امام شافعی اور اوتکے اتباع نے بہت دلیری کے ساتھ ان کے طاعن کا اظہار کیا لیکن حنفیوں نے اس وقت یہ عمدہ دنیاوی پالیسی اختیار کی کہ ان طاعن کو سن کر سکوت اختیار کیا۔ اگر سناکت نہوتے تو جواب شافی دے نہیں سکتے تھے اپنے مذہب سے دست بردار ہو جاتے لیکن اس وقت کا سکوت کام کر گیا۔ فرقہ ثانی کی طر سے طاعن ہیں یہ ان کے غلو کا ایک نام صاحب اور ان کے اتباع کو تکفیر کے فتوے دیئے گئے اور

ایہ خفیہ و نہایت کیانہ سے چاروں مذہب کے برحق ہونیکا اعلان کیا گیا جب مخالفوں نے اپنے اپنے فرقوں کی یہ پالیسی دیکھی وہ بھی مطاعن سے باز رہے اور ایہ جہاں یوسف وغیرہ اصحاب امام ابوحنیفہ سلطنت بنی عباس کے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے اور یہ طریقہ عام جاری ہو گیا کہ کسی ملک اور شہر اور قصبہ میں قاضی اور مفتی اور امام اور مؤذن اور معلم سوائے حنفی مذہب کے دوسرا مقرر نہ ہو۔ اسوجہ سے مذہب حنفی تمام ممالک اسلام میں پھیل گیا۔ کافی نظیر اس امر کی ملک مصر کی تبدیلی مذہب ہے کہ نبرازہ سلطین فاطمیہ تقریباً تمام ملک مصر کا مذہب شیعہ تھا اور جب اہلسنت کی عملداری ہوئی اور قاضی مفتی جس مذہب کے مقرر ہوئے وہی مذہب ملک میں رائج ہوا یعنی کبھی سہا ممالک حنفی ہو گیا اور کبھی شافعی ہو گیا۔ ابتدائے زمانہ میں جو مذہب شیعہ کم شایع ہوا اور دیگر مذہب جو برخلاف اسکے تھے روز افزون ترقی پاتے رہے اسکی یہی وجہ تو ہوتی کہ قریب ایک سو سال تک ممالک اسلام میں بنی امیہ کا دخل نہ ہوا اور وہ دشمن خاندان رسول اللہ کے تھے۔ جب کا مذہب شیعہ ثابت ہوا اور سپر طرح طرح کی سختیاں پڑیں حضرت قبر اور حضرت کبیل وغیرہ ایک جماعت کثیر زمانہ معاویہ سے لیکر آخری خلیفہ اموی تک اسی مذہب شیعہ کی بدولت شہید ہوئے طبقہ اول میں حضرت ابوذر غفاری اور عمار بن یاسر پر تشدد ہوئے اور بعد خلافت بنی امیہ کے بنی عباس نے پانستوبیس تک کوئی دقیقہ ظلم و ستم کا شیعان اہلبیت سے اٹھا نہیں رکھا انکے بعد ترکوں کی سلطنت میں بھی یہی حال رہا شیعہوں کی جہاں کے دشمن رہے اور واسطہ شایع کرنے مذہب اہلسنت و جماعت کے قاضی و مفتی و اوصاب میں سے چھانٹ کر مقرر ہوتے رہے سادات کو باشتباہ اس امر کے لئے لکھا

مذہب شیعہ نو عمرہ قضا نہیں ملتا تھا۔ اکثر سادات نے بطع عمرہ قضا اپنے آپ کو شیخ ظاہر کیا اور اس خلیہ سے عمرہ قضا حاصل کیا۔ اب انکو پھر سید ہونا دشوار ہو گیا جیسے قصبہ شگلور کے حضرات کا اب غل مچا چکا کر رہے ہیں کہ ہم سید ہیں اور ہمارے بزرگوں نے بطع عمرہ قضا شیخ ہونا قبول کر لیا تھا اور سیادت کو چھپایا تھا اب ہمکو پھر سید کہو جبکہ شیعہوں سے زمانہ ایسا ناسازگار رہا ہو پھر شیوع اور ترقی کی امید کس طرح ہو سکتی تھی یا ان اس مذہب کا قائم رہنا باوجود اس کثرت حوادث کے بیشک معجزہ اور خرق عادت ہے اور اس مذہب کے برحق ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے اگر کسی دوسرے مذہب پر باوصف او سکے عروج ہو جائیکے بھی ایسے حوادث پڑتے جیسے کہ مذہب شیعہ پر اسکے عین ایام حادثات سے پڑے ہیں تو میں سچ کہتا ہوں کہ وہ مذہب

سچ و بنیاد سے اوکھڑا ہوا اور دنیا میں کوئی اسکے نام سے بھی گاہ نہ ہوتا

رکن ششم قنوت نماز فریضہ کے بیان میں قنوت کے معنی دعا مانگنے کے ہیں اور اصطلاح فقہ میں قنوت سے وہ دعا مراد ہے کہ جو نماز کی دوسری رکعت میں بعد ختم قرأت قرآن قبل از رکوع پڑھی جاتی ہے۔ اہلسنت و الجماعت نے مثل رفع یدین وغیرہ اسکو نہیں کر دیا ہے۔ اور شیعہ اسکو فرض سمجھ کر ادا کرتے ہیں اور کوئی نماز ایسی نہیں ہے کہ جب میں قنوت نہ پڑھتے ہوں۔ علاوہ اسکے کہ قرآن پاک میں قنوت پڑھنے کا صاف یہ حکم کہ قَوْمِ اللّٰہِ قَاتِلِیْنِ موجود ہے صحاح اہلسنت و الجماعت سے یہ بھی ثابت ہے کہ ہمیشہ جناب سرور کائنات نے نماز میں قنوت پڑھا ہے اور آپکے بعد صحابہ نے بھی ترک نہیں کیا ہے لیکن حضرات اہلسنت و الجماعت باوصف حکم خدا و رسول کے اسکو ترک کرتے ہیں اور شیعہوں پر ناسخ مقرر ہے

ہمارا مقصود اس موقع پر یہ ہے کہ ہم اس امر کی تحقیق کریں کہ آیا احادیث مندرجہ کتب میں سے قنوت کا کچھ موجود پایا جاتا ہے یا شیعوں نے ہی بزعم جہال اسکو اختراع کر لیا ہے پس اگر احادیث صحیحہ المسند سے یہ ثابت ہو جاوے کہ رسول خدا صلعم بھی ہر نماز فرضیہ میں قنوت پڑھا کرتے تھے تو پھر سیکو شیعوں پر اعتراض کر نیکام موقع نلیگا۔ چنانچہ تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ جناب سرور کائنات صلعم وقتیہ نمازوں کے قنوت میں ہر قسم کے مختلف عابین پڑھا کرتے تھے جیسے کہ ضعفاء مسلمین کی مخصوص اور اشداء مشرکین کے حق میں یہ دعا مانگتے تھے اور بعد آنحضرت صلعم کے شیعہ فقط ادعیہ یا ثورہ ہے قنوت میں پڑھتے ہیں مثل اللھم اغفر للمؤمنین والمؤمنات واللھم اغفر لنا وارحمنا وعاونا وعفو عنا انھم واللھم صل علی محمد وال محمد اب جو ہم کتب معتبرہ حدیث المسند والجماعت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو پایا جاتا ہے کہ صحیحین میں اس قنوت نماز فرضیہ کا باب ہی جدا ہے جسکو باب قنوت وتر سے کچھ بھی تعلق نہیں قنوت ترکا باب جدا ہے اور دیگر نماز ہائے وقتیہ کے قنوت کا باب جدا ہے چنانچہ صحیح بخاری میں قنوت وتر سے علیحدہ دیگر نماز فرضیہ کے قنوت کا باب ہے اور اوہمیں روایت ہے حد ثنا معاذ بن فضالہ قال حد ثنا ہشام عن یحییٰ بن ابی کثیر عن ابی سلمہ بن عبد الرحمن عن ابی ہریرہ قال لا قرین صلوٰۃ النبی صلعم فکان ابوہریرہ یقف فی الركعة الاخری من صلوٰۃ الظہر والعشاء و صلوٰۃ الصبح بعد ان یقول سمع اللہ من حمدہ فیدعو للمؤمنین والمؤمنات الکفار یعنی کہا ابوہریرہ نے کہ قریب تر کروں میں تم سے یعنی دکھلاؤں میں تمکو نماز رسول اللہ صلعم کی (پہر تفسیر کرتا ہے اسکی راوی) کہ ابوہریرہ قنوت پڑھا کرتے تھے رکعت آخر نماز ظہر اور

خارج عشاء اور نماز صبح میں بعد کہنے سمع اللہ لمن حمد کے پس وہ اوس قنوت میں دعا کیا کرتے تھے
 واسطے مؤمنین کے اور لعنت کیا کرتے تھے کفار پر۔ اگرچہ اس روایت میں بالتحصیص نماز عصر اور مغرب کا
 ذکر نہیں لیکن قہر نہی دلالت اسی امر پر کرتا ہے کہ اون نمازوں میں بھی قنوت پڑھا جاتا تھا۔ اور بالتحصیص
 اون کا نام بیان کر نیکی یہ وجہ ہے کہ عصر اور ظہر کا کر ٹھپی ہوں اور مغرب کو عشاء سے ملا کر ٹھا ہوا۔
 راوی نے بالتحصیص ذکر نہ کیا یا یہ کہ راوی کے سامنے یہ تین نمازیں ہی ابو ہریرہؓ نے پڑھی ہوں کیونکہ
 عصر و مغرب میں نہ پڑھا قنوت کا بیان نہیں کیا گیا ہے۔ دوسری یہ کہ بعض لوگوں کو یہ گمان
 ہوا ہے کہ آنحضرت صلعم نے کسی ضرورت سے چند روز نماز عیدین قنوت پڑھا تھا پھر ترک کر دیا۔
 جس کا ذکر اکثر کتب میں تواریخ میں مندرج ہے لیکن اس روایت سے معلوم ہوا کہ جناب سرور کائنات
 ہمیشہ مستقل طور سے نماز میں قنوت پڑھا کرتے تھے اور جن لوگوں کو ترک کرنے کا گمان ہوا ہے
 وہ غلط ہے قنوت ترک نہیں ہوا بلکہ جن قبائل پر مخصوصاً بدعا کرنا ذکر کتب میں مندرج ہے
 بعد فرض ضرورت اون قبائل پر قنوت میں بدعا کیا جانا متروک ہوا تھا۔ اگر قنوت ہی نماز میں برائے
 چند روز ہوتا تو ابو ہریرہؓ جیسے مشہور صحابی بعد رسول خدا صلعم ہرگز نماز فرضیہ میں قنوت نہ پڑھا
 کرتے۔ علاوہ اثبات قنوت کے یہ امر بھی ثابت ہوا کہ کفار پر لعنت کرنا واجب ہے اور نماز فرضیہ کا
 ایک جزو ہے مگر اسے بوجہ اون کے جو یہ سمجھتے ہیں کہ کفار اور مستحقین لعن پر بھی لعنت کرنا درست نہیں ہے
 ایضاً صحیح بخاری بطریق ابوالیمان۔ ابوبکر و ابوسلمہ ابنہ عبد الرحمن سے روایت
 نماز رسول خدا صلعم کے لکھے ہے کہ ابو ہریرہؓ نے بتلایا کہ رسول خدا صلعم ہر طرح نماز پڑھا کرتے
 تھے وہ دونوں بھائی کہتے ہیں کہ بعد بیان کرنے طریقہ نماز کے ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول خدا

صائم صائم سطر نماز پڑھ کرتے تھے وہ دونوں بھائی کہتے ہیں کہ بعد بیان کرنے طریقہ نماز کے ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول خدا صائم بعد رکوع کے قنوت میں مسنونہ کئے کے حق میں ہرگز ناام نہ لے لیکر دعائے خیر کرتے اور اس طرح کافروں کے حق میں نام بنام بدعافراتے اس طرح ابوہریرہؓ ابی الولید بن الولید وسلمہ بن هشام وعیاش بن ابی ریحہ والمستذہفین من المؤمنین خداوند تعالیٰ نجات دے ولید بن ولید (برادر خالد) اور سلمہ بن ہشام (برادر ابوبکر) اور عیاش بن ابی ریحہ اور دیگر ضعیف مؤمنین کو اللہ تعالیٰ دوزخ میں داخل کرے خداوند سخت کر اپنے عذاب کو اور پھیلے ضرر کے وجہ سے آسنان کسبنی یوسف اور اے خداوند اذکی سالون کو مثل قحط سالی یوسف علیہ السلام کے کہ مروسی پتہ کہ سیرت دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کورین نے خلاصی اور نجات پائی اور شرکین پر پات برس تک ایسا قحط عظیم پڑا کہ استخوان اور ہڈیاں کھانے لگے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی روایات سے لوگوں کو شبہہ ہوا ہے کہ بعد رفع ضرورت حضرت نے قنوت ترک کر دیا ہوگا لیکن تحقیق یہ ہے کہ قنوت ترک نہیں ہوا صرف دعائیں قنوت کی وقتاً فوقتاً موافق ضرورت اور حاجت کے بدلتے رہے ہیں جیسا کہ شیخ الاسلام شرح صحیح بخاری میں درج ہے کہ طحاوی نے ابن مسعودؓ کو روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدت ایک ماہ تک ہمیشہ ہر نماز فرضیہ و قیامیہ کے قنوت میں عقبہ اور کواں پر بدعافراتی ہے اور دیگر اہل سیر اور محدثین نے بھی اس واقعہ کو لکھا ہے۔ کذا فی مدارج ومعارج النبوت وروضة الاحباب وغیرہ چونکہ پہلی روایت میں تین نمازوں میں اور عشا اور فجر میں قنوت ہونا روایت ابوہریرہؓ ثابت ہو چکا ہے اور ہم لکھ چکے ہیں کہ دیگر نمازوں میں

بھی قنوت تھا لیکن راوی سے اوکا ذکر رہ گیا۔ اب ہکو ہمارے قول کے مودیا ایک اور حدیث مرویہ انس
 بن مالک مشہور صحابی کی صحیح بخاری میں دستیاب ہوئی ایضاً صحیح بخاری حدیثنا
 عبد اللہ بن ابی الاسود وقال حدثنا اسمعیل بن علیہ عن خالد الخذاء عن ابی قلاب
 عن انس قال کان القنوت فی المغرب والفجر یعنی انس سے مروی ہے کہ قنوت مغرب اور فجر
 میں تھا۔ چونکہ چار نمازوں میں قنوت روایات صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے تو پانچویں نماز میں ضرور
 قنوت تھا اور جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازوں کا نماز میں قنوت پڑھا ہے تو فرض ہونا
 اسکا مسلم ہے اور ترک کرنا اسکا ترک فرض ہے اور تادم والپسین حضرت کا نماز میں قنوت
 پڑھنا اس طرح ثابت ہے کہ شیخ الاسلام میں ہے کہ عبد الرزاق نے بطریق ابی جعفر
 یازمی انس سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نماز فجر میں قنوت پڑھتے تھے اور دم
 تک کہ دنیا سے رحلت فرمائی۔ محدثین اور اہل سیر نے لکھا ہے کہ جب حضرت عمر حبیبہ شریف
 نبوی لیکر اویس قرنی کے پاس پہنچے اور بعد ازاں پیغام و سلام اویس قرنی سے طالب
 دعا کے خیر کے اپنے حق میں ہوئے تو اویس نے جواب دیا کہ میں ہر نماز میں دعا کرتا ہوں اللھم
 اغفر للمؤمنین والمؤمنات الھم پھر تمھارا حق میں تخصیص دعا کی کیا ہے۔ اگر تم مؤمن ہو
 تو اس دعا کے شامل ہو۔ اگر نہیں ہو تو مستحق دعا نہیں ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ بعد رسول خدا
 صلی اللہ علیہ وسلم کے عظماء امت ہر نماز میں قنوت پڑھتے تھے۔ یہ اویس قرنی وہ ہیں کہ جو زمانہ رسول خدا
 میں نرمہ اولیاء اللہ میں شامل سمجھے جاتے تھے۔ اگرچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات انکی
 نہیں ہوئی لیکن عاشق زار رسول خدا کے تھے حضرت عمر حبیبہ شریف نبوی اور انکی پاس

لیکن توجہ لیدیا لیکن اون سے باخلاق پیشین آئے اور دعا کرنے سے بھی گریز کیا زمانہ خلافت
اصحابِ ثلاثہ میں وہ کسی خلیفہ کے پاس نہیں آئے مگر حبس وقت جناب امیر المؤمنین علی مرتضیٰ
سلام اللہ علیہ بسند خلافت ظاہری پر جلوہ افروز ہوئے اوّلین قرنی بشوق زیارت امام
برحق و باشتیاق غزا و شہادت خدمت حیدر کرار میں حاضر ہوئے اور دشمنانِ دین سے لڑ کر
غزائیں شہید ہوئے۔ یہ البتہ فرائعِ تعجب خیرات ہے کہ حضرت اوّلین قرنی سا بزرگ حضرت عمر
کی طرف مطلق توجہ نہ کرے اور حضرت علی کی خدمت میں نہایت شوق سے حاضر ہو۔ اور نیز
جس زمانہ خلفاءِ ثلاثہ میں کفار نصارا اور مجوس پر جہاد جاری تھا اوس زمانہ میں انکو شوق غزا
و شہادت پیدا نہوا اور جبکہ حضرت جابر الکفار و المنافقین معاویہ بن ابی سفیان سے برسر
غزا و جہاد ہوئے اوس وقت سے کمال اشتیاق سے خواجہ اوّلین نے اپنے وطن بالوفد کو ترک
کر کے ملازمت جناب حیدر کرار اختیار کی اور خلعتِ فاخرہ شہادت سے مخمّل ہوئے

رکنِ ہفتم تسبیح رکوع و سجود کے بیان میں اگرچہ ان تسبیح میں باہم
وسنی زیادہ اختلاف نہیں البتہ فقط سبحان بنی العظیم تو رکوع میں اور سبحان
ربی الاعلیٰ سجدہ میں تین تین بار پڑھتے ہیں اور شیعہ بھی انھیں تسبیح کو باضافہ لفظ و الحمد
و شمول بعض ادعیہ ماثورہ پڑھتے ہیں اور ماہینِ سجدتین دعائے طلبِ غفرت بھی پڑھتے
جسکو اہلسنت نے قطعاً ترک کر دیا ہے۔ اہلسنت کے فقہاء سبارہ میں مختلف ہیں امام مالک
اور امام شافعی مستحب سمجھتے ہیں رکوع و سجود میں پڑھنا ہر دعائے ماثورہ کا اور ابوحنیفہ اور
احمد فقط تسبیح متذکرہ بالا کا ہی پڑھنا جائز کہتے ہیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام شامی صحیح بخاری

نے اسی باب کے اندر لکھا ہے کہ نزد شافعی و مالک نماز فرضیہ ہر چہ واجب بخواند از ادعیہ ماثورہ
 و نزد ابو حنیفہ و احمد سنت است کہ سہ بار سبحان ربی العظیم در رکوع سبحان بی الاعلیٰ سجدہ
 بخواند اب ہم متوجہ ہوتے ہیں اس امر کی تحقیقات کی طرف کہ احادیث صحیحہ مرویہ صحیح بخاری میں
 رسول خدا صلی علیہ وسلم کی نسبت رکوع و سجود میں کیا پڑھنا ثابت ہوتا ہے آیا امام ابو حنیفہ کے قول
 کی تائید ہوتی ہے یا شیعہ امامیہ اور امام مالک شافعی کے طریق کی سند ہوتی ہے چنانچہ
 واضح ہو کہ آنحضرت صلی علیہ وسلم بھی حسب طرح شیعہ پڑھتے ہیں تسبیح و تحمید پڑھا کرتے تھے اور استغفار
 بھی کرتے تھے۔ دیکھو صحیح بخاری کے باب ذکر تسبیح رکوع و سجود میں کہ مروی ہے وعن
 عائشہ قالت کان النبی صلی علیہ وسلم یکران یقول فی رکوعہ و یسجدہ سبحان اللہ واللہ۔ وینا
 و یحسب۔ واللہ اغفر لی یعنی حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ نبی صلی علیہ وسلم اکثر رکوع و سجود
 میں کہہ مارتے تھے۔ سبحانک اللہ (تسبیح ہے اور ہم معنی ہے سبحان ربی العظیم و علی کے
 اور ربنا و بھدک (تحمید ہے اور ہم معنی ہے و یحسب کے جو شیعہ کہتے ہیں) اور اللہ اغفر لی
 (یہ ادعیہ ماثورہ میں سے ہے) کہ شیعہوں کے نزدیک سجدہ و مابین سجدہ اسکو پڑھتے ہیں کوئی
 حجت نہیں اور علی العموم شیعہ مابین السجدتین اس دعا کو پڑھتے ہیں۔ صحیح بخاری میں یہ بھی
 مروی ہے کہ آنحضرت صلی علیہ وسلم تسبیح متذکرہ بالا کو باتشال فرمان آہی پڑھا کرتے تھے کہ قرآن
 شریف میں اراد ہے فسبح بحمد ربک واستغفر لہ یعنی تسبیح کر ساتھ حمد رب آپ کے
 یعنی یاد کر یا کبیرگی رب اپنے کو ساتھ حمد و سبکی کے یعنی تسبیح اور تحمید دونوں کو ملا کر کہہ اور اسی
 طلب آفرش کر اب معلوم ہوا کہ سبحان ربی العظیم و سجدہ پڑھنا فرض ہے اور اگر سجدہ کے

اساتح شامل نہ کیا جاوے تو فرض ترک ہوتا ہے اور جو کوئی اسکے ترک پر اصرار کرے وہ قطعی
 کا فہرہ جاتا ہے۔ ایسا ہی طلب مغفرت بھی ان تسبیح میں شامل کرنا فرض ہے۔ اور تارک کث
 مثل تارک تحمید کے ہے۔ اب حضرات حنفیہ کا محض سبحان ربی العظیم واعلیٰ بڑھنا اور تحمید کو
 اس سے جدا کرنا ضرور ترک فرض ہے اور جب ترک فرض ہے تو غار کا ادا ہونا معلوم۔ اور پھر
 سخن پر پوری سے اپنے قول پر مصر ہونا ظاہر ہے کہ ترک فرضیہ پر اصرار کرنا بالشرعاً کیسا گنہگار
 شمار کیا جاتا ہے یہاں خطائے اجتہادی کا حیلہ بھی کارگر نہیں ہے فاعتبدوا یا اولیٰ الالباب
 کہ بیستم مکث ما بین السجدتین کے بیان میں مذہب اہلسنت اجماعت
 میں خصوصاً حضرات حنفیہ میں مکث بین السجدتین یعنی دو نو سجدوں کے درمیان میں
 توقف کرنا ضرور نہیں ہے وہ کوئی دعا اس موقع پر پڑھتے ہیں بلکہ ایک سجدہ کے بعد فوراً
 بلا توقف دوسرا سجدہ ایسی طرح کرتے ہیں کہ سجدہ اول کے بعد پورا سر بھی زمین سے اونچا
 نہیں کرتے جلسہ کرنا اور بڑھنا تو درکنار ہا۔ اور مذہب شیعہ امامیہ میں سجدہ اول کے
 بعد جلسہ کرنا اور استغفار پڑھنا لازمی امر ہے اور شیخ الاسلام شرح صحیح بخاری کے باب
 المکث بین السجدتین میں لکھا ہے (ومستحب است نزول امام احمد بن حنبل کہ بگوئی میان
 دو سجدہ رب اغفر لی وکرار کند انرا چند بار) اور مذہب شیعہ میں ما بین السجدتین پڑھتے ہیں
 استغفر اللہ ربی من کل ذنب جو ہم معنی دعائے مجوزہ امام احمد بن حنبل کے ہے غرض کہ
 جہاں تک تحقیق کی نظر سے دیکھا جاتا ہے تو منجملہ ائمہ اربعہ اہل سنت کے فقط ایک امام
 ابو حنیفہ مخالف مذہب اہلبیت رسول صلعم میں منفرد ہیں دیگر ائمہ کسی کسی مسئلہ میں

اہل بیت نبوی کے موافق ہوئے ہیں مگر امام ابو حنیفہ صاحب ہر مسئلہ میں مختلف ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ دیگر دو انستہ اختلاف کیا ہے اور زیادہ حیرت یہ ہے کہ اس بات کو عام و خاص سب جانتے ہیں کہ مذہب امامیہ کی تدوین جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں ہوئے اور امام ابو حنیفہ کو حضرت صادق علیہ السلام کی شاگردی کا بھی دعویٰ ہے تو ظاہر ہے کہ دیگر ائمہ السنۃ و جماعت ناوانستگی کی حالت میں بعض مسائل میں مذہب امامیہ سے متفق الراہی ہو گئے ہیں اور امام ابو حنیفہ بوجہ شاگردی اکثر مسائل مذہب امامیہ سے واقف تھے اسلئے انھوں نے قصداً اون مسائل سے اختلاف کیا ہے چنانچہ مذہب حنفیہ کا ایک اصولی قاعدہ اس وقت تک یہ مروج ہے کہ اگر کسی روایت میں باہم السنۃ اختلاف ہو اور ایک صورت اختلافی موافق قول اہل تشیع کے واقع نہ ہوئی ہو اور دوسرے مخالف اوسکے اور استاد دونوں کے برابر ہوں صحت اور اعتبار میں تو حنفیوں کو لازم ہے کہ اوس روایت کو قبول کریں جو مخالف ہو مذہب شیعہ کے اور اوسکو ترک کر دیں جو شیعہ کے موافق ہو۔ اور طرفہ یہ ہے کہ یہ مخالفت اہل سنت نے جدید پیدا نہیں کی ہے بلکہ دوازدہ علیہم السلام کے زمانہ میں بھی بعینہ یہی مخالفت تھی۔ شواہد النبوة جامی میں لکھا ہے کہ حضرت قبر اور حضرت کبیل کو زمانہ معویہ میں اس جرم پر حجاج نے شہید کیا کہ انھوں نے اوسکے کہنے سے مذہب علی ابن ابی طالب ترک نہ کیا۔ مامون رشید عباسی نے جس سال حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تو عید کی غار پڑھا کہ کو عید گاہ میں آپکو بھیجا اور حبس وقت آپ عید گاہ میں پہنچے تو ہر ایک قصاب مذاہب بھی باکراۃ تمام آپکے پیچھے

تمہارے پڑھنے سے انکاری ہو گیا کہ یہ تو اپنے طریق کی نماز پڑھاؤں گے ہم انکے پیچھے نماز نہیں
پڑھتے جنفی یا شافعی مذہب کا ایک جاہل اور ملحد اور فاسق و فاجر ذلیل قوم کا آدمی بھی اگر
نماز پڑھانے کو کھڑا ہو جاتا تو عوام الناس بہت خوشی سے اس کے پیچھے نماز پڑھتے اور کوئی انکار
نہوتا لیکن امام رضا علیہ السلام چونکہ جگر گوشہ رسول مختار و غایت درجہ کے عالم اور ضل
اور زہاد اور عابد تھے جنکی بزرگی میں اہل خلافت کو بھی کلام نہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے شہر
کے عوام اور خواص انکاری ہو گئے اور کیوں انکار کرتے اس لئے کہ رسول خدا نے فرمایا ہے
انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی ان تمسکتم بہما ان تضلوا بعدہ پس جبکہ
مدار ہدایت ان کے تمسک پر اور مدار ضلالت ان کے ترک تمسک پر قرار پا چکا ہے تو ظاہر ہے
کہ فضل ایزدی جس کے شامل حال ہے اور ہدایت پانا اس کے مقدر میں ہے وہ ضرور قرآن پاک
اور عترت صاحب لولاک کی پیروی کر گیا اور گرم گشتگانِ بادۂ ضلالت کی خود بخود ایسی
عقل ماری جاویں گے کہ امام رضا علیہ السلام جیسے پیش نماز کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکاری
ہوں سبحان اللہ اوس فیروز پاک جناب سرور کائنات اپنی امت کے افعال سے کیا راضی
ہوئی ہوگی کہ جب ان کے جگر گوشہ کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکاری ہو گئے اور ہر قسم کے فساق
و فجار کے پیچھے نماز پڑھی ہوگی کیا خوب تعمیل وصیت رسول خدا کی کی جاتی ہو و سبعلوا
الذین ظلموا بای منقلب ینقلبون و ایضاً صحیح بخاری کے اسی باب یعنی مکث
بین السجدتین میں مروی ہے کہ جناب رسول خدا صلعم جب قدر توقف رکوع اور سجود میں کرتے تھے
اوس قدر دو نو سجدوں کے درمیان میں وقف کرتے تھے وہو ہذا حدیثنا صحیح بن عبد اللہ

قال حدثنا أبو أحمد محمد بن عبد الله الزبيري قال حدثنا محمد بن يحيى عن أحمد بن محمد بن عيسى عن
 بن أبي ليلى عن البراء قال كان سجد النبي صلى الله عليه وآله ركوعه وقعوده في السجدة ثلاث
 قريبا من السواء يعني برابر بن عاوب نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدات اور رکوع
 اور قعود میں السجدتین میں عرصہ قریب قریب برابر کے ہوتا تھا۔ یعنی جس قدر عرصہ رکوع یا سجدہ
 ایک سجدہ اور رکوع کو سجالاتے اور قعود عرصہ تک آپ یا پیغمبرؐ پڑھنے کے قعود فرماتے

وایضا صحیح بخاری کے اسی باب میں دوسری حدیث بطریق سلیمان بن حرب
 عن ثابت مروی ہے کہ ثابت نے کہا کہ انس بن مالک نے ہم سے طریقہ نماز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا
 بیان کیا کہ جب طرح وہ پڑھا کرتے تھے اور انس بن مالک بعد رکوع اس قدر عرصہ تک
 کھڑے ہوتے اور درمیان دو سجدوں کے اتنی دیر تک قعود فرماتے کہ لوگوں کو گمان ہو
 کہ یہ ارکان نماز میں سے کوئی رکن بھول گئے ہیں کہ جس کو یاد کر رہے ہیں مگر وہ ای بر حال
 اون لوگوں کے کہ ایک قعدہ میں دو سجدے کرتے ہیں اور پھر دعویٰ اتباع سنت رسول
 صلعم کا کرتے ہیں صحیح بخاری کی نسبت عوام اہلسنت وجماعت کا اجماع و اتفاق ہے کہ وہ
 بعد قرآن اصح الکتاب ہے اور روایات اس کی سب صحیح ہیں مگر امام ابو حنیفہ کا جہتہما بالکل
 مخالف احادیث صحیحہ کے ہے اور ان کے مقلد ویدہ و دانستہ حکم خدا و رسول کی مخالفت ان کے
 مقابلہ میں جائز اور درست نہیں

رکن نہیسم جلسہ یعنی قعدہ بعد سجدتین کے بیان میں واضح ہو کہ
 اہلسنت وجماعت سجدتین رکعت اول و ثالث کے بعد جلسہ قعدہ نہیں کرتے رکعت

انی وایح میں نہواغیر وینہ تشہد تھا کرتے ہیں اور باقی دو رکعت وتر میں سجدے سے ہے
 اور کھڑے کر کے کھڑے ہو جاتے ہیں اور حضرات خفیاں اس امر میں زیادہ تر مخصوص
 ہیں اور شیعہ امامیہ ان کے ساتھ وتر میں بعد سجدہ میں جھک کر پڑھتے ہیں اور بعد جہانہ میں
 ہاتھ ٹیک کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ امام شافعی کے نزدیک سے یہی طریقہ درست ہے شیعہ
 کرتے ہیں اگر حضرات خفیہ یہاں تک مخالفت کرتے ہیں سجدوں کے بعد زمین پر ہاتھ بھی نہ
 اب ہم تحقیق کرنا چاہتے ہیں کہ بروی احادیث صحیحہ مرویہ اہلسنت حضرات خفیہ کا طریقہ نفی
 طریقہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہوتا ہے یا حضرت کے طریقہ سے ان کا طریقہ مخالف پایا جاتا ہے
 اور شیعہ متبع سنت نبوی ثابت ہوتے ہیں چنانچہ صحاح اہلسنت وجماعت سے یہ امر ثابت
 ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان رکعات وتر یعنی اول و سوم میں بعد سجدوں کے جھک کر
 تھے اور بعد جلسہ میں پر ہاتھ ٹیک کر کھڑے ہو کرتے تھے چنانچہ صحیح بخاری میں مروی
 ہے حد ثنا محمد بن الصباح قال حدثنا هشيم قال اخبرنا خالد بن الحذاء
 عن ابی قلاب قال اخبرنا مالک بن الحويرث اللیثی انه راى النبى صلی اللہ علیہ وسلم
 فاذا كان فی وتر من صلوٰۃ لم ینحض حتی یستوی قاعد ایغنی ابی قلاب نے کہا
 کہ مجھے مالک بن حویرث لیشی سے خبر ہو چکی ہے کہ اوستے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے
 دیکھا پس جب وقت کہ آپ پہلی اور تیسری رکعت تمام کرتے تو نہ کھڑے ہوتے تھے جتنا کہ برابر
 بیٹھ جاتے تھے۔ دوسری ایک اور روایت اسی ابی قلاب کی بحوالہ مالک بن الحویرث بطریق
 ایوب اسی باب صحیح بخاری میں مروی ہے کہ ایوب ابو قلاب نے روایت کی کہ ہمارے سجدہ

میں مالک بن حویرث آئے اور حکم و عطا وہ نماز و قنوتیہ کے نماز رسول خدا کی طریق پر پڑھ کر بتلائی
ایوب کہتے ہیں کہ میں نے ابو قتلابہ سے سوال کیا کہ رسول خدا صلعم کی نماز کیونکر تھی تو کہا کہ ہمارے
اس شیخ یعنی عمر بن سلمہ کی نماز کی مانند تھی۔ ایوب کہتے ہیں کہ یہ شیخ عمر بن سلمہ ہر انتقال پر
تکبیر کرتا تھا اور حسب وقت سر اٹھاتا تھا سجدہ و ثانی سے جالبسہ کرتا تھا اور اعتماد کرتا تھا زمین پر
پھر کھڑا ہوتا تھا۔ حدیثنا علی بن اسد قال حدثنا وہیب عن ایوب عن ابی قتلابہ
قال جاءنا مالک بن الحویرث فصلی بنا فی مسجدنا هذا فقال انی لاصلی بکم
وماء یرید الصلوٰۃ لکنی اری ان اریکم کیف رایت النبی صلعم یصلی قال ایوب
فقلت لا بی قال لایة فکیف کانت صلوٰۃ قال مثل صلوٰۃ شیخنا هذا یعنی عمر
بن سلمہ قال ایوب وکان ذلک الشیخ یتیم التکبیر واذ ارفع راسه عن السجدة
الثانیة جلس واعتمد علی الارض شم قام حاصل مطلب اس حدیث کا اوپر مرقوم
ہو چکا۔ اور نیز ایک اور حدیث رکن چہارم میں بطریق محمد بشیر عن ابی ہریرہ لکھی گئی ہے جس میں
رسول خدا صلعم نے یہ حکم دیا تھا سجدہ حتی تطمئن ساجدا شم ارفع حتی تطمئن
جالسا اثم یعنی بعد سجدہ رکن اطمینان کے ساتھ جالبسہ کرنا چاہیئے۔ پس یہ امر بخوبی
منکشف ہو گیا کہ شیعہ امامیہ اثنا عشریہ اس فعل میں بھی متبع سنت رسول اللہ صلعم کے
ہیں اور اہلسنت و اجماعت خصوصاً مقلدان حضرت ابو حنیفہ صرحی مخالفت کرتے ہیں
و جذا اقبل برعکس ننند نام رنگی کا فورہ

رکن و سیم و رباب قرات رکعات اخرتین واضح ہو کہ مذہب امامیہ

فختار ہے کہ رکعات آخرتین میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھے یا بجائے فاتحہ کے تسبیح
پڑھے لیکن تسبیح کا پڑھنا مستحب سمجھا گیا ہے۔ اور اہلسنت میں سوائے سورۃ فاتحہ کے
تسبیح وغیرہ پڑھنا ناجائز سمجھتے ہیں حالانکہ شیخ الاسلام شرح صحیح بخاری میں ترویج
علی وابن مسعود وعائشہ لکھا ہے و بروایت علی وابن مسعود وعائشہ کہ قرأت میکرو

در اولین و نہی خوانند در آخرتین و در روایت تسبیح میکروند در آخرتین و ہم چنین ابن ابی تیم
نحی وابن مسعود و سفیان ثوری مرویست اور اسی شرح کے باب یقرأ فی الآخرتین
بفاتحہ الکتاب میں مرقوم ہے۔ و ازینجا وجوب فاتحہ در آخرتین لازم نیاید بدلیل روایت

ابن منذر از امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کہ گفت قرأت کن در اولین و تسبیح کن در آخر
تین سبچ کہتا ہوں کہ اگر یہ روایت حضرت علی سے نہوتی تو اہلسنت و جماعت ضرور الحمد کے
جگہ تسبیح پڑھا کرتے لیکن چونکہ در بیان حضرت علی علیہ السلام کا آگیا اور اہلسنت کو
بجائے تسبیح پڑھنے کی تقلید و تمسک سبچا لازم آیا اسلئے اہلسنت تسبیح پڑھنا ناجائز قرار
دیا۔ یا در ہم تشہد کے بیان میں باہم علمائے اہلسنت و جماعت تشہد اول میں
اختلاف ہے بعض واجب جاتے ہیں مثل امام ابو حنیفہ و احمد بن حنبل کے اور جمہور واجب
نہیں جاتے جن میں امام مالک و شافعی وغیرہ ہیں مگر تشہد ثانی کے واجب ہونے کی اکثر
قابل ہیں جلسہ اولیٰ میں فقط تشہد ہے اور جلسہ ثانی میں تشہد اور سلام دونوں واجب ہیں
اور بغیر تشہد اور سلام نماز نہیں ہوتی اور علاوہ تشہد اور سلام کے یہ بھی اختیار ہے کہ ادعیہ
ماثورہ میں سے جو دعا چاہے پڑھے بعد تشہد او قبل سلام۔ اور امام شافعی اور مالک کے

تزوید یک کچھ ادعیاں تو یہ پر ہنصار نہیں ہر قسم کی دعا دینی یا دنیوی پڑھ سکتا ہے کدانی شیخ
 الاسلام۔ واضح ہو کہ المسنتین میں جس قدر روایات کا اختلاف تشہد کی بابت ہوا ہے اوتنا
 اختلاف کسی امر میں نہیں ہے چوتھیں صحابیوں سے چوتھیں تشہد مروی ہیں اور سب
 مختلف الفاظ اور مختلف المعنی ہیں۔ ازاںچہ تین تشہد زیادہ تر مشہور ہیں ایک
 تشہد عبد اللہ ابن مسعود کا جو منیٰ ہے التحیات للہ والصلوٰۃ ہے اس کا امام ابو حنیفہ
 نے پسند کیا۔ اس اعتبار پر کہ صحاح ستہ میں بلا اختلاف الفاظ مروی ہوا اور ہر تشہد
 حضرت عبد اللہ ابن عباس کا ہے جس کا امام شافعی نے اس کے منظور کیا کہ اس کے اکثر
 کلمات مطابق آیات قرآنی ہیں۔ اور تیسرے تشہد حضرت عمر ابن الخطاب کا ہے اس کا امام
 مالک نے ہوجہ سے اختیار کیا کہ راوی اس کا کہتا ہے کہ حضرت عمر نے بر سر منبر تیسرے تشہد بیان
 کیا اور اس پر کوئی معترض نہ ہوا باقی اکیس تشہد جو دیگر صحابہ سے مروی ہیں کتب متنا
 میں مندرج ہیں۔ اب جانتا چاہیے کہ تشہد کے معنی گواہی دینے کے ہیں اور اصطلاح فقہ
 و اسلام میں مرا ہے اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ سے
 شرع المسنتین میں کوئی پتہ التحیات کا نہیں لگتا اس کا پڑھنا غارین واجب ہو بلکہ
 صرف تشہد اور سلام واجب ہیں۔ اور تشہد کی جگہ حسب طرح التحیات مروج ہوئی
 ایک عجیب لطیفہ ہے جو صحیح بخاری میں درج ہے یعنی ابن مسعود روایت کرتے ہیں کہ جب
 ہم رسول خدا کے پیچھے نماز پڑھتے تو وقت دعا کے کہتے السلام علی اللہ والسلام علی
 جبریل و میکائیل والسلام علی فلان وفلان جب رسول خدا صلعم نے یہ ہماری

و عاصی تو فرمایا کہ خداوند تعالیٰ محتاج سلام نہیں ہے وہ خود سلام ہے اور سپر سلام کیوں بھیجتے ہو
خدا سے تعالیٰ کی واسطے تحیات ہے جسے یہ التحیات کہلی مگر تعجب یہ ہے کہ یہ التحیات بعض دعا مقر
ہوئی اور دعا کا موقع بعد تشہد اور قبل از سلام ہے نہ کہ تشہد پر مقدم کر دیا وے جیسا کہ حضرت
حنفیہ تشہد اور سلام دونوں سے مقدم التحیات پڑھتے ہیں حالانکہ مروی احادیث صحیحہ کا
دعا پر مقدم ہونا ثابت ہے چنانچہ صحیح بخاری کے باب ما یتخذ من الدعاء بعد التشہد
ولیس بواجب سے ہی ظاہر ہے کہ تشہد کے بعد دعا کا پڑھنا اختیاری امر ہے واجب نہیں
اور جبکہ التحیات داخل دعا ہے تو عدم وجوب اسکا بھی ثابت ہو گیا۔ اور نیز اس باب میں ابن
مسعود سے روایت کی گئی ہے کہ یہ دعا مخصوصہ نہ تھی ہم باختیار خود دعا چاہتے وہ پڑھتے
چنانچہ ایک روز ہم اسی اختیار کے بموجب پڑھنے لگے کہ السلام علی اللہ من عبادہ تو حضرت نے فرمایا
کہ خدا پر سلام نہ بھیجو وہ خود سلام ہے خدا سے تعالیٰ کے لئے تحیات اور صلوٰۃ کسی چاہئے علما
ازین رسول خدا صلعم کی نسبت دعا بعد تشہد میں کبھی التحیات پڑھنا ثابت نہیں ہوا لانکہ
اور بہت سی مختلف دعائیں انکی نسبت پڑھنا ثابت ہوئی ہیں اور جن لوگوں کو اپنے اس موقع پر
پڑھنے کی دعائیں تعلیم کی ہیں انہیں سے بھی کوئی التحیات نہیں چنانچہ صحیح بخاری کے باب
الدعاء قبل السلام میں آنحضرت کی نسبت چند مختلف دعائیں پڑھنا مروی ہیں اور جو
آپ نے حضرت ابوبکر کو تعلیم فرمائی وہ بھی اسی باب میں اس طرح مروی ہے قتیبہ بن سعید
عن عبد اللہ بن عمر وعاص عن ابوبکر الصديق انه قال قال رسول الله صلعم علني دعاء
ادعوا به في صلوتي قال قل اللهم اني ظلمت نفسي ظلما كثيرا ولا يغفر الذنوب

اے اللہ! انت فاغفر لی مغفرۃ من عندک انا انک انت الغفور الرحیم ثبوت اس امر کا کہ اہلسنت
میں مشروعیت فقط تشہد کے ہی یہ ہے کہ تمام ابواب فقہ اور حدیث میں کسی جگہ التحیات کا باب
نہیں فقط داخل دعاے اختیاری ہے اور جہان کہیں بحث وجوب و عدم وجوب کے ہے وہاں
صرف تشہد کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسلئے بمقابلہ تشہد کے التحیات کو مقدم رکھنا بلاشبہ بدعت
اور خلاف سنت ہے۔ اور احمد شہد کہ شیعہ اس بدعت سے بری ہیں اور متبع سنت نبوی

ہیں سلام اعد و صلوٰۃ علیہ

رکن دوازہم سلام اور تکیبہ آخری کے بیان میں اس کن میں اس امر کی
تحقیقات کی جاتی ہے کہ بعد تشہد اور سلام معمولی نماز کے جو اہلسنت چپ و راست ہر دو جانب
سلام کہتے ہیں درست ہے یا فقط ایک ہی سلام جائز ہے اور یہ کہ یہ آخری سلام کیا چیز ہے
اور نماز کا اتمام اسی پر ہو جاتا ہے یا افتتاح کی طرح اختتام بھی تکیبہ سے ہوگا۔ واضح ہو کہ امام
ابو حنیفہ منفرد ہیں اس امر میں کہ دو سلام دونوں جانب کئے جاویں خواہ امام ہو یا مقتدی اور
اونکے نزدیک یہ سلام داخل نماز نہیں ہے بلکہ یہ سلام حضار جماعت نماز پر کیا جاتا ہے کہ وہ
آدمی ہوں یا ملائکہ ہوں یا جن۔ اور امام بھی جو دونوں جانب سلام کرتا ہے وہ اپنے مقتدیوں کو
کرتا ہے اور انہیں ہی شامل سمجھتا ہے ملائکہ اور جنات موجودہ وقت کو۔ اور مقتدی پر لازم ہے
کہ اگر امام پیش و او اسکے ہو تو دونوں جانب سلام کرتے ہیں امام پر سلام کرنے کی نیت کرے۔
امام مالک کے نزدیک نماز میں فقط ایک سلام واجب ہے۔ اور دوسرا سلام جو کیا جاتا ہے
اوس سے مقصود یہ ہے کہ مقتدی امام کے سلام کو ذکر کرے اور پہلا سلام جو داخل نماز اور واجب ہے

وہ مقتدی کو بھر کہنا چاہئے اور دوسرا سلام جو جواب سلام امام کا ہے بابتہنگی اور خفی آواز سے کہے چنانچہ شیخ الاسلام نے شرح صحیح بخاری میں قول امام مالک کا ترجمہ اس طرح کیا ہے قول امام مالک کہ گفتہ سلام گوید مقتدی بعد از انکہ سلام گوید از نماز جانب راست و نزدیک واجب در نماز ہمین یک سلام است کہ بچہ گوید یا نیز او دیگر سلام جواب است مرسلام امام را کہ آہستہ گوید۔ اور صحیح بخاری میں ایک بہت بڑی طویل حدیث باب من لم یرد السلام علی الامام ولا تکفایتسلیم الصلوٰۃ میں مروی ہے۔ مضمون اس باب کا یہ ہے (یہ باب اوسکے بیان میں ہے جو نہ ٹوٹا دے سلام کو امام پر اور اکتفا کرے فقط نماز کے ایک سلام پر) یہ امر تو فقط اس باب کے عنوان سے بھی ثابت ہو گیا کہ نماز میں ایک ہی سلام ہے جیسا کہ شیعہ کرتے ہیں اور دوسرا سلام خارج از نماز جواب امام کے سلام کا ہے۔ مگر بارہ ناواقفی اور کم توجہی اہلسنت نے دونوں سلاموں کو ایسا خلط کر دیا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک تو دونوں سلام شامل نماز ہو گئے۔ اور جو حدیث اس باب میں بخاری نے لکھی ہے وہ دلالت صریحاً اس بات پر کرتی ہے کہ زمانہ رسول خدا صلعم میں فقط ایک سلام ختم نماز پر پڑھا جاتا تھا اور دوسرا سلام بعد از نماز امام بعد میں لوگوں نے جدید نکالا ہے حضرت کے زمانہ میں مطلق نہ تھا بلکہ حسب طرح امام نماز میں ایک سلام کہنا ایسے ہی مقتدی بھی بتقلید امام ایک ہی سلام کہتا جیسا کہ مروی ہے باب مذکورہ میں حدیث ابن عبدان قال اخبرنا عبد اللہ قال اخبرنا عمر بن الزھر قال اخبرني محمد بن الربيع وزعم انه عقل رسول الله صلعم وعقل حجة حجتها من ذلوك انت في دارهم۔ قال سمعت عتيان بن مالك الانصاري ضم احد بني سالم

قال كنت اصلي بقومي بني سالم قانتيت النبي صلعم فقلت اني انكرت بصرى
وان السيول تحول بيني وبين مسجد قومي فاودوت انك جئت فصليت في
بيتي مكانا اتخذته مسجدا فقال افعل انشاء الله تعالى - فعدا على رسول الله صلعم
وابوبكر معه بعد ما اشتد النجا فاستاذن النبي صلعم فاذنت له فلم
يجلس حتى قال اين تحب ان اصلي من بيتك فاشار اليه من المكان الذي
اجب ان يصلي فيه فقام وصعد فغدا خلفه ثم سلم وسلمنا حين سلم صل عليه
اس حديث کا یہ ہے کہ عمر نے زہری سے روایت کی ہے کہ کما زہری کہ مجھے خبر دی محمود بن الہیثم
نے اور عمر زہری سے کہ محمود کو رسول خدا صلعم یاد ہیں اور وجہ یادداشت یہ ہے کہ
رسول خدا صلعم نے تبرکاتھوڑا پانی اوسکے مونہ میں ڈالا تھا جو اوسکے گھر میں ڈول کے
اندر تھا محمود نے کہا کہ عتب بن مالک انصاری کو جو بعد میں بنی سالم کا ایک شخص تھا
یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں قوم بنی سالم میں نماز پڑھا کرتا تھا ایک روز میں رسول خدا صلعم
کے پاس گیا اور عرض کی کہ میں اپنی بصارت درست نہیں پاتا ہوں اور میرے مکان اور
مسجد قوم کے درمیان میں پانی کی سیل جائل ہیں امیدوار ہوں کہ آپ میرے گھر تشریف
لا کر اوسجگہ نماز پڑھیں جسکو میں اپنی نمازگاہ مقرر کروں پس فرمایا حضرت صلعم نے کہ انشاء
اللہ تعالیٰ میں ایسا کروں گا دوسرے دن جبکہ گرمی دن کی سخت ہو گئی تھی تو رسول خدا صلعم
میرے مکان پر تشریف لائے اور ابوبکر انکے ساتھ تھے - تب حضرت نے گھر میں آنے کی
دستوری چاہی میں نے اجازت دی پس آپ بیٹھے بھی نہیں اور فرمایا بتاؤ کو کونسی جگہ کو

اور مستدرک تھا ہے کہ تیرے گھر میں او سجدہ نماز پڑھوں پس عتبان نے اشارہ سے نشان
 او سجدہ کا دیا ہر ماں نماز پڑھوانا چاہتا تھا پھر حضرت نماز کو کھڑے ہوئے اور وہ کہتا ہے کہ
 ہم نے ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو صف باندھی بعدہ حضرت نے سلام کہا اور ہم نے بھی سلام
 اویسی وقت جبکہ حضرت نے سلام کہا۔ امام بخاری نے اس حدیث کو اسی دلیل سے اس باب
 میں درج کیا ہے کہ مقتدیوں کو سلام معمولی کے دوسرے سلام واسطے رسول سلام حضرت کہیں کیا اور شریح

صحیح بخاری یعنی شیخ الاسلام نے بھی اس موقع پر لکھا ہے۔ ظاہر است در عدم رسول سلام

از مقتدیان زیر اگر سلام بعد سلام صل باشد نہ در وقت آن۔ اس لئے ثابت ہوا کہ حقیقت

نمازین ایک ہی سلام ہے خواہ امام ہو یا مقتدی ہو اور جانب راست و چپ سلام کرنا

فعل جدید اور بدعت ہے۔ اب باقی رہا یہ امر کہ آیا نماز کا اختتام اسی سلام پر ہو جاتا ہے

جیسا کہ اہلسنت و اجماعت کرتے ہیں یا بعد سلام کے تکبیر پر ختم نماز ہوتا ہے اور آنحضرت

صلعم تکبیر کہہ کر نماز ختم کرتے تھے یا نہیں۔ اگر آنحضرت صلعم تکبیر پر نماز ختم کرتے تھے تو

متبع سنت شیعہ ہیں جو تکبیر پر نماز ختم کرتے ہیں یا اہلسنت جو طریقیہ رسول خدا صلعم کو

ترک کرتے ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری کے دیکھنے سے واضح ہے کہ آنحضرت صلعم نماز کو

تکبیر پر ختم کیا کرتے تھے چنانچہ مروی ہے حد ثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا

سفیان بن جوصہ قال حدثنا عمر قال اخبرنا ابو معبد عن ابن عباس قال کنت

اعرف انقضاء صلوٰۃ النبی صلعم بالتکبیر و قال علی حدثنا سفیان عن عمر

قال کان ابو معبد اصدق الموالی ابن عباس و قال علی اسم منافذ یعنی حدیث کی

علی بن عبد اللہ نے اور اوس نے سفیان بن جہنہ سے اور اوس نے عمرو سے اور کہا عمرو نے کہ
خبر دی مجھ کو ابو عبد نے ابن عباس نے کہ ہم انقضائے نماز رسول خدا صلعم کو تکبیر سے پہچان کر تے
تھے اور علی نے یہ بھی کہا کہ مجھے سفیان نے بحوالہ عمرو بیان کیا کہ ابو عبد ابن عباس کے سب
سوالیہان میں بہت ہی صادق القول تھے اور علی نے ان کا نام نافذ بیان کیا ہے۔ اور نیز
از روایات سند صحیح بخاری سے بھی پایا جاتا ہے کہ فقط سلام ہر آنحضرت کے نماز ختم نہوتی تھی یا
کہ روایت حضرت ام سلمہ سے ظاہر ہو کہ عورات مقتدیات قبل ختم نماز فقط آنحضرت کے سلام
نماز کرنے پر اوٹھ کر اپنے گھروں کو چلے جایا کرتی تھیں۔

الحمد للہ والنتیجہ کہ تمامی مسائل نماز و جماعت و شیعان اہلبیت مطابق سنت رسول اللہ صلعم ثابت
ہوئی اور حضرات اہلسنت و جماعت کے تمام ارکان اور طریقے موضوعی اور جدید اور بدعت پاک
کئے اور طریقہ یہ کہ انہیں کی کتب صحیحہ احادیث سے اوکا طریق عمل خلاف طریقہ رسول خدا صلعم
ثابت ہوا و شیعہ کا طریق عمل بموجب ان کی صحیح کے عین مطابق سنت پایا گیا۔ اب حضرات
اہلسنت جو شیعہوں کے اعمال پر براہ تعصب طعن بھی کرتے ہیں ذرا دل میں شرمائیں اور خدا سے
ڈریں و انہ شدید العقاب۔



بذہ الرسالہ فی التاریخ اربعہ وعشرون شہر ربیع الثانی ۱۳۰۹ ہجری نبوی صلعم

اطلاع
اس رسالہ کو بغیر اطلاع
کون صاحب تصدیق طبع
جستجوئے غیر مطلوب ہو
طلب فرماؤں راغیر اطلاع



اطلاع
نہایت محتاط اور ہمہ الامکان
انتظار فرمایا کہ
نہ گزشتہ تیرہ روز میں

قطعہ تاریخ من تصنیف شاعر ذی کمال مورخ نمازک خیال جناب منشی
سید باقر علی صاحب متخلص بہ نثر لکھنوی نقل نویس عدالت حجه

| | |
|----------------------------|------------------------------|
| نامی زبانہ من قبیل و کلاء | آن مولوی شیخ احمد نیک اساس |
| تالیف نمود این دلیل الحنات | با حسن فکر بید زبیر و ن قیاس |
| ہاتف فرمود از ہنر تاریخش | تحصیل مال موجب شکر و سپاس |

تخلص صاحب است

قطعہ تاریخ من تصنیف شاعر با کمال تاریخگوی بہنیاں جناب منشی صادق حسین صاحب

| | |
|-------------------------------------|--------------------------------------|
| در حقیقت یہم رسالہ ہے صداقت بیش | منصفانہ بین رقم حسین کہ احوال صلوات |
| اونکی تصنیف سہری بیہ ہی رسالہ نایاب | شیخ احمد بین جو عالم کہ ہرے نیک صفات |
| بجلی تصنیف سے انوار ہرے ہی مشہور | چوڑ کر مذہب سنتی ہیں جو ہر گیر خبا |
| دفعہ تا پنجتن پاک کا دامن بکڑا | یکتلم چٹکے ہر سہ خطاے اصحاب |
| مصرع طبع ملا کر کے سرائل خلف | شاہد و ہادی شیعہ ہی دلیل الحنات |

قطعہ تاریخ من تصنیف سید سجاد علی صاحب متخلص بہ سجاد شاگرد جناب
سنتا یکتا سے زمان شاعر بلند فکر شیرین بیان صاحب دیوان مشہور نزدیکی دور
منشی سید باقر علی صاحب متخلص بہ نثر لکھنوی مدظلہ العالی

| | |
|--------------------------|-------------------------|
| طبع گردید دلیل الحنات | منہ رنج گشت مضامین چیدہ |
| کفایت ہاتف بنویس اے سجاد | سال تاریخ فروغ دیدہ |

تقریظ

یہ رسالہ نافعہ و عجاۃ راہچہ جسکو عالم جلیل محقق نبیل جبر علام بحر طام فردوس
وحید الدہر فرید العصر ماہر خبریہ شکام بے نظیر متسک باہل عصمت و تطہیر موفقی
سؤید من افتد الصمد جناب مولوی شیخ احمد صاحب مدظلہ نے تحریر کیا حقیر کی
نظر سے گزرا واقعی یہ رسالہ کمال و تجرہ مصنف ممدوح پر دلالت کرتا ہے اور اسطے مخایر
کے سیف صدام و برہان قاطع ہے حق تعالیٰ مصنف رسالہ اور ناظرین کو اجر
جزیل و ثواب جمیل عنایت فرماوے واللہ الموفق والمعین وعلیہ نتوکل

بہ نستعین

وانا الاقل الاذل سبط حسین بن السید رمضان علی

النقوی



التامل

بخیرست جمیع اہل مطابع و تاجران کتب

کیخیرست میں عرض یہ ہے کہ حق تصنیف

اس کتاب کا جناب مصنف صاحب امت

برکاتہ نے راقم کو مرحمت فرمایا ہے۔

لہذا کوئی صاحب قصد اسکے چہا پئے یا

چھپوانے کا نہ فرمائیں

راقم

سید عابد علی عفی عنہ